**جوہرِ قدامت**، ایک زمانہ تہا کہ مولانا نذیر احمد دہلوی نے اپنی تصنیفات کا یہ مقصد قرار دیا تہا کہ مسلمان عورتون مین تعلیم جدید کی اشاعت ہو، بحمد اللہ کہ جدید تعلیم نے تہوڑی بہت ان مین اشاعت پائی تو اب اسکی ضرورت ہوئی کہ جدید تعلیم جو اثرات پیدا کر رہی ہے اور جو ناقص نمونے اپنی تربیت کے پیش کر رہی ہے انکو آشکارا کیا جائے، جانشین نذیر احمد مولوی **راشد الخیری** صاحب دہلوی نے اس فرض اہم کو اپنے ذمہ لیا ہے، جوہر قدامت اسی تخیل کا نتیجہ ہے، جسمین افسانہ کی صورت مین جدید طریقۂ تعلیم کے قبائح اور قدیم تربیت و تعلیم کے محاسن نمایان کئے گئے ہین، مولوی راشد الخیری صاحب کی زبان اور انداز تحریر سب کو معلوم ہے، لکہائی چہپائی کاغذ متوسط، قیمت عہ، پتہ: دفتر صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات،

**گلزار بادشاہ**، الحاج خطیب **قادر بادشاہ** صاحب مرحوم متخلص بہ بادشاہ، سابق رئیس وانمباڑی ضلع شمالی ارکاٹ ابرادر جناب نواب **امین جنگ** بہادر چیف سکریٹری حضور نظام کے اُردو قصاید و غزلیات و منظومات کا مجموعہ اس نام سے شایع ہوا ہے، اردو کی وسعت پر حیرت ہوتی ہے کہ دلی اور لکہنؤ کی ادبی زبان ہندوستان کے آخری بحری گوشہ تک پہنچ گئی ہے، بادشاہ مرحوم کے منظومات مین نعتیہ، غزلیہ، قومیہ، اخلاقیہ ہر صنف کا کلام ہے، بعض بعض اشعار اور مصرع حد درجہ رواں اور بے تکلف ہین، اور تمام کلام زبان کے اغلاط سے عموماً پاک ہے، لکہائی چہپائی کاغذ متوسط، ضخامت ۲۰۴ صفحے، قیمت عہ، پتہ: گوڈون اسٹریٹ نمبر ۷ مدراس،

**اُردو لٹریچر** کی ترقی پر ایک سرسری نظر، حکیم محمد **ناصر الدین** احمد صاحب دہلوی جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ اردو کانفرنس کی ایک مختصر تحریر جو گذشتہ اجلاس اردو کانفرنس مین اُنہون نے پڑہکر سنائی، غالباً خود حکیم صاحب سے ملیگی،

---

| مجلد سوم | ماہ جمادی الثانی سنہ ۳۷ھ مطابق مارچ سنہ ۱۹ء | عدد نہم |
| --- | --- | --- |

## مضامین

# شذرات

برادران اسلام یہ سُن کر خوش ہونگے کہ اعلحضرت ناصر الاسلام والمسلمین **محی الملت والدین** ہز اگزالٹڈ ہائینس شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و دولتہ نے ہماری استدعا کے بغیر صرف استحقاق پر نظر رکھکر **سیرۃ نبوی** کی مدد مین چار ہزار آٹھ سو روپیہ کا عطیہ منظور فرمایا، یہ رقم ۲۰۰ ماہوار کی صورت مین دو برس تک خزانہ عامرہ سرکار عالی سے جاری رہیگی، جزی اللہ السلطان عن الاسلام واھلہ خیر الجزاء،

---

ہمارے ایک کرم فرما حافظ صاحب علی صاحب نے سنگاپور سے ہمکو چند قلمی کتابین عنایت فرمائی ہین جنمین سے ایک ابن بیطار کی **جامع الادویہ** ہے جو زیادہ تر مفردات ابن بیطار کے نام سے مشہور ہے اور اسی نام سے مصر مین چھپ بھی گئی ہے، یہ نسخہ نہایت عمدہ بخط عرب ۶۹۰ھ کا لکھا ہوا ہے، ابن بیطار ساتوین صدی ہجری کا مشہور عالم نباتات ہے، اسکے حاشیہ پر ابن یحیی بن عیسی کی کتاب **منہاج البیان فیما یستعملہ الانسان** ہے، ابن یحیی قدیم طبیب ہے، ۴۹۳ھ اسکا سال وفات ہے، یہ کتاب علم نباتات طبیہ مین ہے، آخر مین اسی کتاب کے ضمیمہ کے طور پر ایک اور کتاب اسی علم مین ملحق ہے، افسوس کہ اسکا نام ابتک معلوم نہوسکا، دو اور قابل ذکر کتابین ہین، شرح حکمۃ العین جو فلسفہ مین بہترین کتاب ہے، اُسپر ملا میرزا جان اور میر سید شریف کا حاشیہ نہایت شیرین ایرانی خط، اور ملا نظام الدین کا حاشیہ شرح عقاید جلالی پر، یہ حاشیہ ۱۲۲۴ھ مین بمقام چیناپٹن نقل ہوا ہے، ناقل کا نام محمد فاضل ہے، غالباً یہ وہ زمانہ ہے جب ملا بحر العلوم مدراس مین تشریف فرما تھے،

---



**سیرۃ نبوی** نے مسلمانون کے ہر طبقہ مین جو مقبولیت حاصل کی ہے، اسکے لحاظ سے آپ یہ سُن کر متعجب ہونگے کہ ہندوستان کے مختلف صوبون کی زبانون مین اُسکے ترجمہ کی تیاریان ہو رہی ہین، بنگالی مین مولوی محمد اکرم صاحب ناظم مجلس علماے بنگال صرف سیرۃ نبوی کے انتظار مین اپنی سیرت کا مسودہ روکے ہوئے تھے، برمی زبان مین مختصر سیرت شایع ہو رہی ہے، انگریزی ترجمہ کے لئے مولوی مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا (ووکنگ) تیاری کر رہے تھے، ادہر انکا حال نہین معلوم لیکن سب سے زیادہ حیرت یہ سُن کر ہوگی کہ مرہٹی زبان مین ترجمہ کرنے کے لئے **بڑودہ** کی ایک مسلمان تعلیم یافتہ خاتون نے ہمت کی ہے،

---

ڈھاکہ سے ایک مخدوم نے جنکے کتبخانہ کے بعض نوادر درحقیقت جواہرات مین تلنے کے لائق ہین ہمارے پاس گربہ نامہ (بلی نامہ) ایک قصہ کی چند ورقہ کتاب اس تمہیدی خط کے ساتھ بھیجی ہے کہ "مجھے یقین ہے کہ دار المصنفین کے قبضہ مین ایک بڑا کتبخانہ ہے تاہم یہ حسن ظن نہین کہ گربہ نامہ اسمین موجود ہے اسلئے بازار سے دو پیسے کی خرید کر بھیجتا ہون" یہ اُردو نثر مین "گربہ مسکین" کی مختصر سوانح عمری ہے زبان پرانی ہے مگر دلچسپ، قدیم اُردو کے دستور کے مطابق حرف اضافت کی تقدیم و تاخیر ہے، جابجا آیات قرآنی احادیث، فارسی اساتذہ کے اشعار، اور ہندی دوہے ہین، خیالات و مضامین سے مولویت جھلکتی ہے، آخر مین مصنف نے اپنا نام فقیر **غلام علی آزاد** بتایا ہے،

---

اس سے مراد اگر میر غلام علی آزاد بلگرامی ہین جیساکہ قرائن کی شہادت ہے تو اس نظریہ مین اب غور کرنا پڑیگا کہ اُردو نثر کی سب سے پہلی کتاب **فضلی کی دہ مجلس** ہے، جیسا کہ مولوی محمد حسین آزاد مرحوم کا دعوی ہے، یا میر غلام علی آزاد کا یہ چند ورقہ رسالہ ہے، یہ دونون بزرگ ایک ہی زمانہ مین تھے،

# مقالات

## موجودہ نظربندان اسلام

### علمی، مذہبی، اور اخلاقی نقطۂ نظر سے

(۳)

درد کیشم راہ درمان می زنم — سینہ ریشم بر نمکدان می زنم

نو جنونستم دماغم دیگر است — خویش را بر سنگ طفلان می زنم

بادہ خوردند و محفل بر شکست — دُردِ مے بریاد رندان می زنم

بلبلان دانند کین گلبانگ شوق — گرچہ دشوار است آسان می زنم

عزیزانِ ملت! گذشتہ دو صحبتون مین مردانِ اسلام کے جو کارنامے مین نے تم کو سنائے ہین، یہ اس عہد کے واقعات ہین جب تمہارے اسلاف کائنات ارضی پر حکمران تھے، اور دین و دنیا کے برکات ظلّ ہما بنکر تمہارے بزرگون کے سرون پر سایہ افگن تھے، دنیا کی تاریخ مین جو انقلاب چند صدیون سے پیدا ہو رہا ہے، اس سے اُمید تھی کہ تمکو اپنے موروثی اخلاق کی نمائش کا موقع غالباً اب نہین ملیگا،

دولت برطانیہ جس نے ۱۷۵۷ء کے معرکۂ بنگال فتح کرنے کے بعد اس سرزمین کی خداوندی کا اعلان کیا، اس نے اپنی شہنشاہی کی عمارت جن ستونون پر قائم کی وہ عدل و انصاف اور قانون و ضوابط تھا، اس بنا پر بھی سب کو خیال تھا کہ جبر و اکراہ اور ظلم و ستم کا وجود کم از کم ہندوستان سے مفقود ہو گیا، اور اسلئے فرزندانِ اسلام کو اپنے بزرگون کی متروکہ اخلاقی وراثت کے اظہار کے موقع نہ مل سکیگا،

لیکن واقعات عالم نے ظاہر کر دیا ہے کہ دنیا سے شر کا وجود کم سے کمتر کیا جا سکتا ہے،



لیکن معدوم محض نہین کیا جا سکتا، چنانچہ اتفاق سے ایسے حوادث پیش آئے جنکے اثرات اور نتائج نے حکومت کو سخت گیری پر مجبور کر دیگا، اور ایسے قوانین کے استعمال کی ضرورت پیش آئی جو ہر سلطنت مین ہمیشہ اسی طرح ظاہر ہوتے رہے ہین، اور اُنکے نیک و بد ہونے کے متعلق فرمانروا اور فرمانبر طبقون مین اختلاف راے بھی ہمیشہ اسی طرح رہا ہے، حکمران طبقہ ان قوانین کے وضع اور استعمال مین اپنے کو حق بجانب سمجھا ہے اور محکوم اُنکو سنگدلی اور جور و ستم کے مرادف قرار دیتا ہے،

عہد برطانی مین اس قسم کا موقع سب سے پہلے ۱۸۵۷ء کے غدر مین پیش آیا، سینکڑون اشخاص جو واقعاً مجرم تھے یا قانون کی نگاہ مین قابلِ تعزیر تھے، سخت سے سخت سزا برداشت کرنیکے لئے انکو تیار ہونا پڑا، عام رعایا کے علاوہ امرا اور علماء کی جماعت بھی کم نہ تھی، بہار و بنگال کے وہابی علماء کا فتنہ جو محض انسانی غلط فہمی کا کرشمہ تھا بدترین صورت مین نمایان ہوا، معمورۂ صادقپور (پٹنہ) جو اس صوبہ کے علماء کا مرجع تھا ویرانہ بن گیا، علمائے کرام کی ایک جماعت قانونی مجرم کی حیثیت سے جزیرۂ انڈمان کو جلاوطن کر دیگئی،

واقعات غدر کے سلسلہ مین جن بزرگون کو قید اور جلاوطنی کی صعوبتین اٹھانی پڑین انکی فہرست طویل ہے، لیکن ہمارے مضمون کے تعلق سے دو صاحبون کے نام کبھی فراموش نہین ہو سکتے یعنی مولانا فضل حق خیرآبادی، اور مفتی عنایت احمد صاحب یہ ہندوستان سے جلاوطن کر کے بعبور دریاے شور انڈمان بھیجے گئے، اور ایک مدت تک وہان زندہ رہے، لیکن ان خوش نصیب قیدیون مین نہ تھے جنکی آنکھون نے اپنے بچپن کے گہوارہ اور اپنی جوانی کے معرکہ گاہ کو دوبارہ دیکھا، تاہم اسکی محبت اُنکے دل سے فراموش نہین ہوئی، اور ہزارون کوس دُور سے اہل وطن کے لئے اپنے خون جگر (تصنیفات) کا تحفہ بھیجا،

مولانا فضل حق خیرآبادی ہندوستان مین فلسفہ و حکمت کے امام تھے، عربی کی تمام درسگاہون مین جہان فلسفہ و حکمت کا نشان ہے، انکا نام بطور یادگار موجود ہے، ہدیۂ سعیدیہ کے مصنف ہے ہندوستان کا

کون عربی خوان ناواقف ہے، وہ نامور فلسفی ہونے کے ساتھ عربی زبان کے بہت بڑے ادیب تھے، اُنکے حبسیات، یعنی زمانۂ قید کے عربی قصاید، لطف زبان، اور خیالات کے لحاظ سے عجیب نادر چیز ہے، خواتین فرنگ کے ساتھ تشبیب اور یورپ کے طرز تمدن کا خاکہ ان قصاید مین خوب اُڑایا ہے،

مفتی **عنایت احمد** صاحب ایک نہایت جیّد اور مقدس عالم تھے، انھین نے عالم غربت سے جو تحفہ بھیجا وہ قوم کے بچون کے پسند آیا، یعنی صرف مین **علم الصیغہ** لکھکر نذر کی، جواب اکثر مدارس مین رائج ہوگئی ہے، اس کتاب کی تصنیف کے وقت مصنف کے سامنے کاغذ کے سادہ صفحات اور شام غربت کی سیاہی کے سوا کچھ اور نہ تہا، ان صفحات مین علم و کمال کا جو نور نظر آتا ہے وہ صرف مصنف کے دل و دماغ کا فیضان ہے،

یہ فتنۂ **مشرق** (غدر) کی مختصر داستان تھی، برطانیہ کے انتظام ملکی کا سمندر اب نہایت سکون اور خاموشی کے ساتھ روان تہا، دفعتہً ۱۸۵۷ء کے ۵۷ برس لبعد فتنۂ **مغرب** (جنگ یورپ) نے سر اُٹھایا، سمندر کی طغیانی اور جوش و خروش جو کشش **مریخی** کا لازمی نتیجہ تہا پیدا ہوگیا، اور ایسے قوانین وضع ہوئے اور زیر عمل آئے، جنکی نسبت ملک کے مختلف طبقات نے قانون نظام عالم کے مطابق مختلف رائین ظاہر کین لیکن عملاً اسکا اثر یہ ہوا کہ اسلام کے بعض جانباز فرزند سنت پدری کے اختیار کرنے پر حکماً مجبور کئے گئے،

ان نظر بندون کی فہرست گو بڑی ہے لیکن مجھکو ان مین سے صرف پچیس تیس نام معلوم ہین جو پنجاب، سندھ، صوبہاے متحدہ، بہار، بنگال، مدراس اور رنگون، ہندوستان کے مختلف صوبون سے تعلق رکھتے ہین،

اس مضمون مین اس سے بحث نہین ہے کہ جن شبہات کے ماتحت انکی گرفتاری اور نظر بندی عمل مین آئی ہے، کہانتک صحیح ہین، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اخلاقی، مذہبی اور علمی حیثیت سے ہمارے



نظر بندون نے اپنی زندگی کا جو نمونہ پیش کیا، وہ تاریخ اسلام کے گذشتہ کارنامون سے کہانتک مطابق ہے، اس جماعت مین علماء بھی ہین، جدید تعلیم یافتہ بھی، عام مسلمان اور تاجر بھی ہین، اور مقدسین و ارباب مصلیٰ بھی، لیکن بحمد اللہ کہ سخت صعوبتون مصیبتون اور شکلون کے ہجوم مین بھی ایک کے سوا ان مین سے کسی نے کوئی ایسی بات نہین کی جو انکو انکی روایات تاریخی کی عدالت مین مجرم قرار دیسکے اور انکے سیزدہ صد سالہ کارنامون کے دامن پر بدنما داغ لگا سکے، اسلئے سنہ ۱۹۱۴ سے لیکر سنہ ۱۹ تک کا زمانہ مسلمانان ہند نے بسر کیا وہ انکی پُر فخر صدیون کے سامنے شرمندہ نہین ہے،

۱- حق و باطل کا فیصلہ مشکل ہے، لیکن انسان کی خوبی یہ ہے کہ جس چیز کو وہ اپنے نزدیک حق جانتا ہے، اور جسکو وہ ایمان سمجھتا ہے، سخت سے سخت تہدید، سخت سے سخت مصیبت اور شدید سے شدید مخالفتون کے باوجود بھی اسمین تزلزل نہ پیدا ہو، وقت کی تاریکی، راہ کی سختی اور فضا کی آندہی بھی اسکے قدم کو جادۂ استقامت سے ہٹا نہ سکے، بحمد اللہ کہ اس اخلاقی معیار مین ہمارے کسی نظر بند نے ہمکو ناکام نہین کیا، تمام ہندوستان کو معلوم ہے کہ حکومت نے اپنی مہربانی سے چند شرائط پر انکی آزادی کا وعدہ کیا لیکن وہ جسکو حق سمجھتے تھے، اُس سے ہٹنا اُنھون نے گوارا نہین کیا،

۲- ان مین سے اکثر ایسے تھے جنکی مالی حالت نہایت تنگ تھی، بلکہ بعض ایسے بھی تھے جنکو انکا ماہوار وظیفہ خود انکی ذات کے لئے کافی نہ تہا، اہل و عیال اور متعلقین کے لئے خدا کے سوا کسی اور کا سہارا نہ تہا، تاہم یہ گرانباری بھی اُنکے قدم کو ڈگمگا نہ سکی،

۳- مذہبی حالت کے لحاظ سے دیکھیئے تو ان مین جدید تعلیم یافتہ اشخاص نسبتہً مذہبی پابندی مین ڈھیلے تھے، لیکن سچ یہ ہے کہ جو ایمان کلبۂ احزان اور مصیبت کدۂ زندان نے چند برسون مین انکے دلون مین راسخ کردیا وہ عیش و راحت کے ایوانون نے سالہا سال مین بھی نہین پیدا کیا،

۴- ان مین سے اکثر صاحبون کو یہ عالم زندان مین نظر آیا کہ اپنے نزدیک جس حق کی خاطر یہ تکلیفین

انھون نے گوارا کی ہین، اُسکے اصلی سرچشمہ پر کیونکر قابو پایا جا سکتا ہے، خدا نے اُنکو شرح صدر عطا فرمایا، قرآن مجید کے پڑہنے اور سمجھنے کا ولولہ اُنکے دلون مین پیدا ہوا، عربی زبان سیکھنے کی اُنھون نے کوشش کی، عام علوم دینیہ کی واقفیت کی اُن مین ترغیب پیدا ہوئی، اور ایک حد تک وہ اسمین کامیاب ہوئے، اور عجب نہین کہ جن دوستون کو ہم نے مسٹر کہکر وداع کیا تھا آیندہ ملا کہکر ہم انکا استقبال کرینگے،

مولانا محمود الحسن | امام العصر، شیخ الہند مولانا محمود حسن اور اُنکے رفقاے کرام ہمارے دوسرے نظر بندون کے مقابلہ مین مختلف حیثیتون سے ترجیحی پہلو رکھتے ہین، لیکن اُنکے اس شرف اور امتیاز کا کوئی حریف نہین ہو سکتا کہ انھون نے اپنی نظر بندی کا آغاز اس سرزمین اور اس آبادی سے کیا جسکے ایک گوشہ مین "اسلام کا سب سے پہلا نظر بند" شعب ابی طالب مین تین برس محصور رہا، اور اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ مولانا کو جس طرح اپنے دیگر اعمال مین سنت نبوی کے کامل اتباع کا ذوق وشوق تھا، اللہ تعالےٰ نے اس آخری عمل مین بھی اسوۂ محمدی کا شرف اُنکو عنایت فرمایا، سچ ہے المرء مع احبّ، ہمارے نظر بندون کو باین ہمہ صعوبات ترک وطن کی تکلیف اُٹھانی نہین پڑی، لیکن اس مرد راہِ خدا کو یہ مصیبت بھی اُٹھانی پڑی، درست ہے، حسنات الابرار سیئات المقربین،

مولانا اور اُنکے رفقا نے جدّہ، مصر، اور مالٹہ مین اپنی قید کا زمانہ بسر کیا، لیکن اُنکے یہ تمام ایام جس ذوق وشوق، ولولہ وجذبات اور مبارک اشغال مین گذر رہے ہین، اور اس پیرانہ سالی مین وطن سے ہزارون کوس دُور جس ثبات قدم اور رسوخ عزم کے ساتھ وہ اس سنگلاخ زمین کو طے کر رہے ہین، وہ گذشتہ ائمہ کرام کے عہد ماضی کی یاد زندہ کر رہا ہے، ایمان، وتلقین، صبر وشکر، تسلیم ورضا کا وہی نظارہ ہماری آنکھون کے سامنے ہے جو تاریخ کی دُوربین ہمکو کبھی مکہ کے غارون مین، کبھی بغداد ودمشق کے قیدخانون مین، اور کبھی بلخ وہرات اور نیشاپور کے زندانون مین دکھاتی ہے، تلقین ایمان نشر علم اور اشاعت حدیث کا جو فرض وہ دار العلوم دیوبند کے حجرون مین انجام دیتے تھے وہ مالٹہ کے



نمبر ۲۱۹ نمبر کے کوٹھری مین انجام پا رہا ہے،

مولانا اور اُنکے رفقا کے اشغال کا نقشہ مولانا کے اس صحیفۂ عالیہ سے ظاہر ہوگا جو اپنے بھائی کے نام انھون نے رقم فرمایا ہے،

یون اسیران قفس تک کوئی پہنچا گل برگ | جیسے غربت مین تشفیقان وطن کا کاغذ

.... بالجملہ ہم سب بحمد اللہ بخیریت ہین، اور راحت سے ہین (!) آپکو خط لکھنے کے بندرہ بیس روز کے بعد یہ ہوا کہ ہم لوگ مصر سے کچھ ترقی کر کے مالٹا آگئے ہین، مسافت تو کچھ بڑہ گئی مگر تکلیف کچھ نہین بلکہ یہان راحت زیادہ ہے، الحمد اللہ گو اس عرصہ مین حالات وطن سے بیخبری رہی مگر دور دراز کے وہ حالات معلوم ہوئے جو خواب مین بھی نہ دیکھے تھے، آدمی جب تک زندہ ہے حرکت زمانی تو کسی وقت رکتی نہین مگر حرکت زمانی اور حرکت مکانی دونون مل کر بہت سے انکشافات جدیدہ کے موجب ہوگئین،

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا | عنقریب زمانہ تجھپر بہت سی نامعلوم باتین ظاہر کردیگا اور تجھے

ویاتیک بالاخبار من لم تزود | وہ شخص خبرین دیگا جسکو تو نے اس غرض سے بھیجا نہین،

متعدد اسباق ودیگر مشاغل مین اچھی طرح گذر رہی ہے، ادہر درتجعون من اللہ مالا یرجون (دلکو خدا سے وہ امیدین ہین جو انکو نہین) کا مبارک سلسلہ بھی ایسا نہین کہ جو کسی وقت منقطع ہوجاے

الحمد للہ ثم الحمد للہ

مولانا ابو الکلام آزاد | اگر ہمارے نظر بندون مین کوئی ایسا ہے جو اسوۂ محمدی پر فائز ہوا تو ہم مین ایک اور ہستی ایسی ہے جو اسوۂ یوسفی کے درجہ پر ممتاز ہوئی، اور جو زندان مین بھی جا کر ترانہ سنج یا صاحبی السجن أأرباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار ہے، جس عزم، استقلال، استغنا اور قوت ایمانی کے ساتھ یہ زمانہ مولانا نے بسر کیا ہے وہ ان علماے اعلام کی یاد کو تازہ کرتا ہے جنکے واقعات دو سلسلون مین تم کو ابھی سنائے جا چکے ہین، شاید سبکو معلوم ہو کہ اُنھون نے حکومت کا وظیفہ لینے سے انکار کیا، اور

اعانت نظر بندان کا ماہوار عطیہ بھی قبول نہین کیا، پھر یہ زمانہ وسیع مصارف کے ساتھ وہ کیونکر بسر
کر رہے ہین اسکا علم خدا کو ہے، اس زمانہ مین انکو جو مالی دقتین کبھی کبھی پیش آئین وہ صرف عِبَادِیَ الشکور کے
رمز مین پنہان ہین۔

یہ معلوم ہوگا کہ رات کو انکو گھر سے نکلنے کی اجازت نہین دیگئی، اس بنا پر وہ نماز عشا کی جماعت مین
شریک نہین ہوسکتے تھے، لیکن اُنھون نے گوارا نہین کیا کہ اِنِ الحُکمُ اِلّا لِلّٰہ کے اصول سے انحراف کرین،
انھون نے حکومت سے اجازت چاہی اور جب اسپر بھی کوئی جواب نہین ملا تو انھون نے برملا اعلان کر دیا
اداے فریضۂ الٰہی مین انسانون کے فرمان مانع نہین آسکتے، لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق
آہ! ہم مین سے کتنے ایسے ہین جو آزادی کے بستر سے بھی اُٹھکر خدا کے آگے سر نہین جھکاتے ہین اور
ایک وہ عبادِ صالحین ہین جو قید و تنگی مین بھی مساجد الٰہی کی یاد فراموش نہین کرتے،

رانچی ایک ایسا مقام تھا جہان مسلمان نہایت ذلت و نکبت کی حالت مین تھے، جہالت
اور باہمی مذہبی خانہ جنگی نے انکو گرد و پیش کے حالات سے ناواقف رکھا تھا، عیسائی مشنریون کا جال
تار کی طرح پھیلا تھا، عالمِ دین کا اس خطہ مین وجود نہ تھا، مذہبی احساسات کی رُوح ان مین مُردہ تھی
لیکن مولانا کے پرتو صحبت نے چندہی سال کے بعد وہان کی زمین و آسمان کو بدل دیا، اب ہم
وہان اسلامی انجمن کا نام سنتے ہین، ایک مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد و تعمیر دیکھتے ہین، علماے مشاہیر کے
مواعظِ حسنہ کا جلوہ وہان نظر آتا ہے، مذہب اور ملت کی رُوح کو اُنکے جسم و تن مین جنبش کرتے ہوئے
پاتے ہین، اور وہان کے فقرا اور خاک نشینون مین اب یہ حوصلہ دیکھتے ہین کہ علم کا پہلا کعبہ اس دیار مین
وہ خود اپنے زور بازو سے قائم کرکے رہین گے، جہان ایک عالم دین کا وجود نہ تھا، وہان اب کوششین
ہو رہی ہین کہ سیکڑون علماے دین اسی کی خاک سے پیدا ہو کر اس سرزمین کو منور کرین، جہان مسجدین
بے چراغ تھین وہان ایک پرتوِ خورشید سے دیر و حرم سب اجالا ہوگیا، جمعہ اور عیدین کے مجامع



اس سرزمین مین جہان اسلام کی کوئی صحبت بھی بہم نہ تھی، وہان اب موکب شاہی کا دہوکا دیتے ہین،
زمانۂ قیام رانچی سے ایک سال تک جامع مسجد مین انھون نے مسلمانون کو قرآن مجید کا درس دیا
اب زیادہ تر اوقات تالیف و تصنیف مین بسر ہوتا ہے **ترجمان القرآن** یعنی قرآن مجید کا موثر تفسیری
ترجمہ اسی زمانہ مین ختم ہوا، **البیان** تفسیر قرآن مین ایک جامع تصنیف کا سلسلہ ۲۳ پارون تک
پہنچ چکا ہے، فقہ اسلامی پر بغیر فریقانہ تعصب کے صرف کتاب و سنت کو پیش نظر رکھکر متعدد رسائل
الصلوٰۃ، الزکوٰۃ، الحج، النکاح ترتیب دیا، سوانح مجددین اسلام کا سلسلہ شروع کیا، اور اس مین علامۂ
ابن تیمیہ، علامۂ ابن قیم، اور شاہ ولی اللہ صاحب کے سوانح و مجتہدات قلمبند کئے، ایک اور رسالہ
منطق اور بعض دوسرے عنوانات علمی پر تحریر کیا،

ان سطرون کے لکھتے وقت ہمکو یہ دہوکا ہو رہا ہے کہ کیا مین خود ابن تیمیہ اور ابن قیم یا شمس الائمہ سرخسی
اور امیہ بن عبدالعزیز اندلسی کے حالات تو نہین لکھ رہا ہون؟

محترم محمد علی و محترم شوکت علی

ان دونون بھائیون کے سوانح زندگی کا ایک ایک حرف اخبار مین طبقہ کے
سامنے ہے، جذبۂ ملت، اور اس راہ مین سرفروشی اور جانبازی اگر علماے کرام سے ظاہر ہو تو ہم
کہین گے کہ انبیاے اولوالعزم، اصحاب کبار، اور بزرگان دین کے کارنامے اُنکی آنکھون مین ہین،
بچپن سے جوانی تک اپنی تعلیم و تربیت کا زمانہ علما اور صالحین کے آغوش مین بسر کیا، لیکن ہماری
حیرت کی انتہا نہین رہتی جب ہم وہی ولولۂ ملت پرستی، وہی ذوق و شوق خدمتِ دینی، وہی جذبۂ
اخلاق نبوی ہم اُن مین بھی پاتے ہین، جنھون نے نہ صرف غیر علما کے گودون مین تربیت پائی،
بلکہ نامسلمانون کے دامنِ تربیت مین پل کر جوان ہوے، اور ہمیشہ اس تعلیم و تربیت کے زیر سایہ رہے
جنکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ مسلمانون کی قومی و مذہبی رُوح کے قتل کرنیکا سموم آلہ ہے:

[1] کیا "مشر" کی جگہ اس لفظ کو آپ رواج دینگے؟

دلّی کی جامع شاہجہانی مین جمعہ کے دن اُنکے وداع عام کا منظر جن آنکھون نے دیکھا ہے وہ اس کیف کو ابتک بھولے نہین ہین، چہند واڑہ ممالک متوسط کا وہ مقام تہا جہان آغاز تخلیق عالم سے ۱۹۱۴ء تک روحانی مناظر کا کوئی جلوہ فروغ چشم نہین ہوا، نہ صرف اس چہوٹے سے ضلع مین بلکہ ممالک متوسط کے پورے احاطہ مین اسلام تن مردہ تہا، مسلمانون مین بیکسی، بیچارگی اور موت تھی، لیکن ان دونون بہائیون کے ورود کے بعد نہ صرف چہند واڑہ بلکہ تمام احاطہ مین ایک روشنی سی جہلک اُٹھی ہے، ان دونون بہائیون کے نشۂ صحبت نے ننھے بچون سے لیکر ضعیف العمر بڈھون تک کو سرخوشِ بادۂ طہور بنادیا، اورجس بیباکی اور بہادری کے ساتھ وہ اپنے فرائض ادا کرتے ہین وہ اُنہین کا حصہ ہے۔

محترم **محمد علی** کا زیادہ تر وقت کتابون اور رسالون کے مطالعہ مین صرف ہوتا ہے، کہتے ہین کہ قوت فنا نہین ہوتی، اگر یہ سچ ہے تو وہ قوتِ نطق جسکے استعمال پر انکو قابو نہین ہے، نغمات موزون کے شکل مین نکل رہے ہین، اُنکی نظر بندی سے پہلے شاید یہ کسیکو معلوم نہ تہا کہ وہ تمدن رحمانی کا بھی شرف اور سخن سنجی کا بھی جوہر رکھتے ہین، انکے حبسیات مین ہمکو وہ لطف ملتا ہے جو **ابو فراس حمدانی** (برادر سیف الدولہ حمدانی ملک الشام) کے رومی حبسیات مین ہے،

محترم شوکت علی کا وہ زمانہ ہمکو یاد ہے جب سب سے پہلے ہم دونون کو مدراس ایجوکیشنل کانفرنس کی تقریب سے ریلوے سفر نے اتفاق سے یکجا کردیا تہا، کچھ دیر کی بات چیت کے بعد جب مین نے نماز کی تیاری کی تو فرمایا نماز پڑہنے کو میرا بھی جی چاہا کرتا ہے، لیکن دقت یہ ہے کہ وضو سے قمیص کے کف خراب ہوجاتے ہین، پھر سفر مین ہیٹ لگانیکی وجہ بیان کی کہ اس عجیب وغریب شے سے ریلوے وزرہ حکومت مین رعب واستیلا خوب پیدا ہوتا ہے، لیکن وہی شوکت علی ہین کہ خدام کعبہ کے بعد بمبئی مین حاجیون کے جہاز کے قلیون کے دہکّے کہاتے پھرتے تھے، پانچ چھ برس کے بعد دیکھا تو وہی خدام کعبہ کا سبز کوٹ جسمین جابجا قدامت اور فرسودگی نے گل بوٹے کتر دیے ہین اُنکے جسم پر ہے، وہ کف اور کالر جسکے ضایع ہوجانے کا خوف وضو سے مانع تہا، وہ اُنکے لئے اب حلقۂ زنجیر ہے، حضرت مصعب بن عمیر کا واقعہ مجھے یاد آیا کہ یہ وہ تھے جو اسلام سے پہلے حریر واطلس کی پوشاک پہنتے تھے لیکن اسلام کے بعد اُنکے جسم مبارک پر صرف موٹے کمل کا ایک ٹکڑا تہا،



چہند واڑہ مین مسلمانون کی آبادی بہت کم ہے اور جو ہے وہ مفلس ہے تاہم جس اسلام کے وہ پیرو ہین اسکا نام بڑا ہے، ان دونون بہائیون کی کوششون نے یہان ایک عظیم الشان جامع مسجد کی بنا ڈالی، جسکے نیم تعمیری حالت مین دیکھنے کی مجھے بھی عزت حاصل ہے، ان دونون بہائیون کو تصویر مسجد در بغل راستون اور گلیون مین غریب ومفلس مسلمانون کے ہاتھ مین ہاتھ ڈال کر چلنے کا منظر جن آنکھون نے دیکھا، اس بادۂ سرشار کی مستی اب بھی ان مین باقی ہے، اس مسجد کا نام خدا جانے لوگ کیا رکھین گے مین تو اسکو شوکت الاسلام کہتا ہون،

مذہبی پابندی، عام اخلاقی محاسن، اور غربا کے ساتھ مساوات پسندی نے ان بہائیون کو محبوب القلوب بنادیا ہے، مسلمان اور ہندو دونون ان سے محبت کرتے ہین، راستہ مین ایک طرف سے السلام علیکم کی آواز آتی ہے تو دوسری طرف سے بندے ماترم کا ترانہ سنائی دیتا ہے، حافظ ہوتے تو دیکھتے کہ انکا خیالی فلسفہ پانچ سو برس کے بعد عملی ہوگیا، ع با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام، اُنکی مذہبی وارفتگی اور ایمان کی تصویر دیکھنا چاہو تو اُنکے سفینۂ تحریر کی وہ چند سطرین پڑہو جو اپنی مشروط آزادی کے وقت حکومت کو لکھکر دی ہین یقیناً یہ طرۂ امتیاز اُنکے ناصیۂ محاسن پر ہمیشہ کے لئے یادگار رہجائیگا -

سید حسرت موہانی

حقگوئی، استواریٔ عمل، پابندی اصول، تطابقِ قول وفعل مین تمام ہندوستان کے نامور مسلمانون مین اس شخص کا کوئی حریف نہین، یہ صرف تخیل اور شاعرانہ مبالغہ نہین ہے بلکہ ۱۹۰۸ء سے لیکر اسوقت کے زمانہ کا لمحہ لمحہ اس دعوی کی دلیل ہے، حسرت وہ نہین ہے جو حریت فکر اور آزادی قول کو غوغاے عام کی پرستش کی خاطر دم بھرتے ہین، اور جنکے جوش وخروش کے الفاظ محض چند گز کے ڈائس

اور پنڈال مین تلاطم برپا کرکے رہ جاتے ہین، اور جو کچھ وہ زبان سے کہتے ہین اسکو خوان سیاست کے لذیذ چٹخارے کے سوا کچھ اور نہین جانتے ہین، حسرت نے اسوقت مسلمانون مین آزادی کا مذہب اختیار کیا جب ہرطرف سیاسی بت پرستی کا رواج تھا، اور انتہا یہ ہے کہ نواب وقار الملک سے روشن ضمیر نے اُنکے خلاف گواہی دی، پہلی قید (۱۹۰۸ء) مین اگر وہ معافی مانگ لیتے تو آزادی حاصل کرسکتے تھے، لیکن یقیناً اُنکے کیریکٹر کی روح جس نے اب حیات جاودانی حاصل کرلی ہے، اسیوقت مردہ ہوجاتی،

آگرہ کی لیگ مین (۱۹۱۳ء) جب سر راجہ صاحب محمود آباد، مسٹر مظہر الحق اور دیگر اکابر و علمائے قوم نے وئیسرائے کے شکریہ کا رزولیوشن پیش کیا ہے، اگرچہ بعض اصحاب دل سے اس تجویز کو بے محل سمجھتے تھے، لیکن جمہور اعظم ان بزرگون کے ساتھ تھا، آخری دفعہ جب یہ الفاظ کہے گئے کہ "رزولیوشن بالاتفاق منظور" تو ہزارون آدمیون کے مجمع مین ایک بھی نہ تھا جو اسکے خلاف سانس بھی لے سکا، ہرطرف اعتراف کی خاموشی تھی کہ دفعتہً ایک گوشہ سے استقلال سے بھری ہوئی ایک آواز نے خاموشی کا پردہ چاک کیا کہ "مین ہون جو اس تجویز کی مخالفت کرتا ہون" ہزارون آنکھین ایک ساتھ اُٹھین، دیکھا تو حسرت موہانی تھے،

غالباً ۱۹۰۸ء مین پہلی قید سے چھوٹکر یہ لکھنؤ آئے، تو سودیشی تحریک شباب پر تھی اور حسرت دل سے اُسکے حامی، جاڑے کا زمانہ تھا، رات کو اُنکے اوڑھنے کے لئے پائین مین کمل ڈالدیا گیا، کسی نے خیال بھی نہین کیا، لیکن آپ یہ سُنکر محوِ حیرت ہوجائین گے کہ رات بھر اُنھون نے سردی کھائی اور کمل اسلئے نہین اوڑھا کہ وہ ولایتی تھا، دن کے اصول کو رات کی تاریکی مین بھی یاد رکھنے والا حسرت کے سوا ہم مین کوئی اور ہے؟

مین یہ نہین کہتا کہ حسرت اپنے تمام اصول مین صحیح ہین اور اُنکے خیالات حرف بحرف درست ہین، لیکن مین یہ کہتا ہون کہ علی گڈھ کا گرنجویٹ جو بہتر سے بہتر قابلیت کا جوہر دکھا سکتا ہے، جو حکومت کے ذمہ دارانہ خدمات کو بجا لاسکتا ہے، جو چند سال کی محنت مین عدالت مین بحیثیت قانون دان کے کھڑے ہونیکا استحقاق پیدا کرسکتا ہے، لیکن وہ علی گڈھ مین اس طرح زندگی گذارتا ہے کہ چند آنے گز سے زیادہ کا کپڑا اسکے جسم پر نہین، اور بیوی کے علاوہ اسکے گھر کا کوئی دوسرا خدمتگذار نہین، یہ کوئی معمولی بات ہے؟



دوسری قید مین حسرت نے اپنی قوت اخلاقی کا جو نمونہ پیش کیا وہ ہندوستان مین ہمالیہ کی چوٹیون کے سوا اور کہین نظر نہین آسکتا، وہ ہمارے دوسرے نظربندون کی طرح صرف قوانین تحفظ ہند کے مطابق محدود الاختیار کئے گئے تھے، لیکن چونکہ وہ اس قانون کو حق و انصاف کے خلاف سمجھتے تھے اسلئے اسکی خلاف ورزی کی، اور دو برس کی قید برداشت کی، دوسرے نظربندون کی طرح اُنکے لئے حکومت نے وظیفہ مقرر کرنا چاہا، لیکن اس بے نواغنی نے یہ کہکر انکار کیا کہ "سید کے لئے صدقہ جائز نہین"، جس وقت میرٹھ کے جیل سے باہر نکلے، سب سے پہلے اپنے کھانے کا حساب اپنی جیب سے زبردستی ادا کیا، آزادی کے بعد حکومت نے اُنکو معتدبہ رقم دینی چاہی (جیسا کہ مجھکو ایک خط سے معلوم ہوا) لیکن حسرت نے ان تھیلیون کو راستہ کا پتھر سمجھا، حالانکہ اسی اثنائے قید مین انکی دوکان سے ایک ہزار روپیہ کا مال چوری جاچکا تھا، اور سب کو معلوم ہے کہ حسرت اسکو بآسانی ادا نہین کرسکتے تھے، انتہا یہ ہے کہ اگر دوستون نے بھی اعانت کا بار اپنے سر لینا چاہا تو شکریہ کے ساتھ واپس کردیا،

سید حسرت نے سب سے زیادہ قید کی مصیبتین اور زمانہ کی تکلیفین برداشت کی ہین، لیکن استحکام، استقلال اور قوت صبر کا نمونہ بھی اُنکے مرقع حیات سے کہین اور زیادہ خوشنما نظر نہین آتا، علی گڈھ، للت پور، جھانسی، الہ آباد، پرتاب گڈھ، فیض آباد، لکھنؤ، اور میرٹھ کے قیدخانون مین قید کی شدید مصیبت برداشت کی، لیکن کبھی اُنکے جبین استقلال پر بل نہین آیا،

ادب اردو جسکے عناصر مین سے ایک حسرت کی ذات ہے، ان قیدخانون مین بھی وہ اسکی ترقی سے غافل نہین رہے، سید حسرت کے کلام کی زیادہ مقدار ایسی ہے جو فضائے بسیط، کنارِ جو، صحنِ باغ، دامنِ راغ کے

بجائے قید خانہ کے تنگ و تار حجرون مین گزر رہے ہین، سچ کہا ہے،

ہے مشق سخن جاری، چکی کی مشقت بھی — کیا طرفہ طبیعت ہے حسرت کی طبیعت بھی

غزلون کے دیوان کے علاوہ سید حسرت نے دو سال کی تنہائی مین جس چیز کو اپنا رفیق غمگسار بنایا وہ انکی تصنیف نکاتِ سخن ہے، اسکا موضوع محاسن و معائب شاعری ہے، امید ہے کہ تذکرہ الشعراء کے ساتھ ساتھ یہ لطیف تصنیف پبلک کے ہاتھون مین آ جائیگی، سید حسرت نے تالیف و تصنیف کے علاوہ دوسری زبانون پر بھی توجہ کی، مشترک ہندوستان کی بہبودگی خاطر انھون نے ہندی بھاشا پوری طور پر سیکھ لی، ترکی زبان مین کچھ کچھ مہارت حاصل کی، عربی زبان جس سے وہ پہلے بھی کسیقدر آشنا تھے، حالت قید مین قرآن مجید، اور دیگر عربی کتب و رسائل کے مطالعہ سے اسمین بھی خاطر خواہ ترقی کی، سید حسرت اپنے ایک مکتوب مین کس حسرت سے لکھتے ہین،

> مجھکو اس بات کا ہمیشہ افسوس رہتا ہے کہ جو عمر مین نے انگریزی تعلیم کی تکمیل مین ضائع کی، اُسے تکمیل عربی مین صرف ہونا چاہیئے تھا۔

مولوی محی الدین احمد بی۔ اے — یہ شخص گو گمنام ہے لیکن الحمد للہ کہ اس نے جو کام کیا وہ گمنام نہین ہو سکتا، قصور (ضلع لاہور) وطن ہے، کلکتہ کے کم عمر روزانہ اخبار اقدام کا ایڈیٹر تھا، اپنی نظر بندی کا زمانہ دھو بیہ نام ایک گاؤن مین بسر کیا، یہ پہلے عربی زبان سے بہت کم واقف تھے، حالت نظر بندی مین ایک طرف تو قرآن مجید پورا حفظ کر لیا، دوسری طرف عربی زبان اس حد تک حاصل کر لی کہ اب رہائی کے بعد اپنے وطن مین قرآن پاک کے درس و تعلیم کیلئے ایک درسگاہ کی بنا ڈالنے کا عزم ہے،

مسٹر تلک جب ایک قید سے آزاد ہوے تھے تو انھون نے ہندوؤن کی قدامت پر ایک کتاب لکھکر ملک مین اپنی علم پرستی کا غلغلہ پیدا کر دیا تھا، لیکن بغور دیکھو کہ ہمارے نظر بندون مین سے ایک نے بھی اس راہ مین تلک سے کم کام کیا ہے،

بسکہ دلپذیر محبت کے واقعات حسرت — کچھ کچھ وہ اب بھی یاد مجھے ہین جو اب نہین



# تقویتِ دماغ

## ہر عمر کا آدمی ذہنی ترقی کر سکتا ہے

از مفتی محمد رشید الدین صاحب صدیقی بی۔ اے ال ال بی حیدرآباد دکن

۱- ہم مین سے بہت کم لوگ دماغ کے شبکات[1] کو انکے انتہائی نشو و نما تک پہنچاتے ہین، فی الحقیقت ہمین اندازہ ہی نہین ہے کہ ہم اپنے دماغی قوت کو کس حد تک ترقی دے سکتے ہین،

۲- متوسط درجہ کا انسان اپنی دماغی قوت سے جسقدر فائدہ اُٹھاتا ہے وہ عموماً اسکی حقیقی قابلیت و استعداد کی بہ نسبت بہت کم ہوا کرتا ہے، اذکیا[2] اور اعلیٰ درجہ کی دماغی قابلیت رکھنے والے اشخاص اس سبب سے ممتاز نہین ہوتے کہ انکا دماغی مادّہ معمولی انسان کے دماغی مادہ سے مختلف ہوتا ہے، بلکہ بعض انفرادی خصوصیات کی وجہ سے جو انہین مجبور کرتی ہین یا اس قابل بناتی ہین کہ اپنے دماغون سے کام لینے کی مداومت کرین،

۳- یہ سچ ہے کہ ان مین پیدائش ہی سے خیالی تسلسل افکار قائم کرنے، خیالات کی تلاش و جستجو رکھنے، اور ذہن سے ہمیشہ کام لیتے رہنے کی طرف رجحانات[3] ہوا کرتے ہین، لیکن وہی مواد جن سے وہ کام لیتے ہین وہ اور تمام معمولی اشخاص مین بھی موجود ہوتے ہین، فرق یہ ہے کہ نہایت ذی استعداد اشخاص مین یہ رجحانات فطرةً موجود ہوتے ہین، لیکن معمولی شخص مین ان رجحانات کو پرورش کرنے اور بیدار و آمادہ بنانے کی ضرورت ہوتی ہے، حتیٰ کہ خیال کے لئے نئے نئے رستے[4] تیار ہو جائین، اذکیا مین خیال کے لئے یہ تمام

---

[1] "cells" اردو مین دو اور لفظ اسی معنی مین استعمال کئے گئے ہین، "بیوت" اور "خلیہ" لیکن میرے نزدیک "شبکات" زیادہ موزون معلوم ہوتا ہے، اصول وضع اصطلاحات پر بشرط فرصت ایک جداگانہ مضمون لکھونگا،

[2] "geniuses"

[3] "tendencies" [4] "channels"

راستے غالباً شروع ہی سے کُھلے ہوئے ہوتے ہین،

۴- دماغی ورزش کے طریقے ان طریقون سے مشابہ ہین جو کسرت کرنے والے سینے اور عضلات کی نشو و نما کے لئے کام مین لاتے ہین، دونون صورتون مین مضمر و مخفی طاقت کو ترقی اور تقویت دیجاتی ہے کسرت کرنے والے مناسب طرز بود و باش اور باقاعدہ ورزش جسمانی سے خود کو متحمل اور طاقتور بنالیتے ہین اگر عضلات کا کوئی مجموعہ ضعیف ہوتا ہے یا قوت ارادی کی متابعت سے قاصر ہوتا ہے تو اس سے محنت لیجاتی ہے، حتی کہ وہ ارادہ کا محکوم ہوجاتا ہے! یہی حال شبکات دماغ کا ہے،

۵- مثل دیگر حصص جسمانی کے دماغ مین بھی مخفی طاقتین محفوظ ہوتی ہین، جب کوئی دکیل کثرت کار سے تھک جاتا ہے تو اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ شبکات وکالت کے عمل کو ملتوی کرکے دیگر شبکات دماغ کو بر سر کار نہین لاسکتا، حالانکہ ایسے دیگر شبکات بھی اُسکے دماغ مین موجود ہوتے ہین جو اگرچہ سست اور معطل پڑے ہوئے ہون، لیکن باین ہمہ یہ صلاحیت رکھتے ہین کہ اسکے سامنے مفید و جدید خیالات کو پیش کرین،

۶- بڑے بڑے کارگذار اشخاص کی کامیابی اس بات پر موقوف ہوتی ہے کہ وہ علم ادب حب انسانی، ایجاد، تفریح، مصوری، موسیقی وغیرہ مختلف مشاغل پر حکومت کرنے والے مراکز[1] دماغ کو بر سر کار لاسکتے ہین، ایسا کرنے سے شبکات دماغ کے ہر مجموعہ کو باری باری سے فرصت ملتی رہتی ہے کہ تازہ دم ہوکر پھر اپنی روزانہ خدمت کی انجام دہی مین بہ حُسن و خوبی مصروف ہوجاے، جو صاحب چست اور مستعد بنا یا رہنا چاہتے ہون انکو چاہیے کہ اپنے پیشے یا معمولی کاروبار کے علاوہ کوئی ایسا شغلہ بھی رکھین جسمین انکا دل بہل سکے، بہ الفاظ دیگر ذہن انسانی کے لئے اوقات کارگذاری و اوقات آرام دونون کا ہونا ضروری ہے، لیکن "آرام سے نیند لینا" "غیر مفید تماشے دیکھنا" یا ایسی جگہ جاکر وقت گذارنا جہان باتین

[1] "Brain centers"



خوب کیجاتی ہون، مگر غور و فکر سے دُور رہا جاتا ہو، مراد نہین ہے،

۷- کوئی شخص اسقدر معمر کبھی نہین ہوتا کہ جدید تفکرات اور قیمتی تخیلات کو ترقی اور وسعت دینے کے قابل نہ رہے، جملہ دیگر حصص و اعضا کی انتہائی ترقی کے بعد بھی دماغ مین ترقی پذیر ہونے کی گنجائش باقی رہتی ہے، اور وہ ان سبب سے اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ جب تک اس سے ورزش لیجاے اُسمین بڑہنے کی قابلیت موجود رہتی ہے، اَدہیڑ عمر کو پہنچنے سے پہلے بعض دماغی شبکات مین اعلیٰ درجہ کی ترقی قبول کرنیکی صلاحیت ہی نہین ہوتی، دماغ انسانی کے خستہ و شکستہ حال ہوجانیکا ایک سبب یہ ہوتا ہے کہ اُسکے شبکات کا کوئی ایک مجموعہ تو کثرت استعمال سے ناکارہ ہوجاتا ہے اور بہت سے دیگر مجموعے غفلت و عدم استعمال سے مختل و معطّل ہوجاتے ہین، بعض شبکات دماغ بشریت کا انکشاف کرتے ہین اور بعض عالم موجودات کی خوبیون کا اظہار، بعض ہمکو اپنے ماحول[2] کی غیر متناہی طاقتون کا دفعتہً یقین دلاسکتے ہین، بعض ہمکو بڑے بڑے امور کی نسبت خواب دیکھنے مین لگا سکتے ہین، اور اس قابل بنا سکتے ہین کہ ان خوابون کو سچا کر دکھائین،

۹- ہمارے اندر عجیب و غریب طاقتین مخفی ہین اور ہم اُنسے غافل ہین، یہ ارادہ کہ ہم زندگی مین کچھ کام کرین گے، ایک زبردست قوت ہے بشرطیکہ یہ حقیقت ہم پر منکشف ہوجائے، باوجودیکہ آدمی نے اپنی بعض ذہنی قوتون کو ایک حد تک ضائع کیا ہو اور بعض دیگر ذہنی قوتون کی جانب سے غفلت برتی ہو تاہم تلافی مافات و ترقی ممکن ہے،

۱۰- جب تمہین کسی بات مین دلچسپی ہوتی ہے تو اسکے یہ معنی ہین کہ کسی غیر مستعمل دماغی راستہ کی کوئی شاخ ہے، جسمین سے ہوکر دماغی شبکات کے کسی ایسے مجموعہ کو راستہ جاتا ہے جو تمہین ایک نئی زندگی عطا کرسکتا ہے، ایسے وقت مین فوراً مشغول و منہمک ہوجانا چاہیئے، اسلئے کہ اس سے زیادہ مبارک

[2] "Environment"

موقع بمشکل ہاتھ آسکتا ہے،

۱۱ - فرض کرو کہ تم کوئی کتاب دیکھنے کے لئے اٹھاتے ہو جسکا مضمون تمہارے لئے نیا ہے اور اور بعض اسمین دلچسپی پیدا ہونے لگتی ہے، اگر ایسا ہے تو تم اس مضمون کے اصول کا مطالعہ شروع کرو، جو لوگ اس مضمون کے عالم ہون اُنسے بات چیت کرو، اور بعد ازان اس پر حاوی ہوجانیکی کوشش مین مصروف ہوجاؤ،

۱۲ - اگر مضمون ایسا ہے جو تمہارے معمولی کام سے مطلق کوئی علاقہ نہین رکھتا تو اور بھی بہتر ہے، نیز اس بات سے کہ وہ تمہاری دلچسپی کا باعث ہوتا ہے، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارے دماغی شبکات کا ایک مجموعہ کام مین لگا دیئے جانیکا منتظر ہے، ممکن ہے کہ یہ بات کسی جدید اور عجیب قابلیت کے نشوونما اور ظہور کا وسیلہ ثابت ہو، اور یہی بات بعض لوگون کے حق مین شہرت اور دولت کا پیش خیمہ ثابت ہوئی ہے،

## اس دماغ کی شکل جس سے ورزش نہین لی گئی

سفید دائرے ان شبکات کو دکھلاتے ہین جو روزمرہ کی زندگی مین برسرکار رہتے ہین، سیاہ دائرے ان شبکات کو بتلاتے ہین، جنکے واسطہ سے ان شبکات مین جو روزانہ معمولی کاروبار مین مشغول رہتے ہین، اور ان شبکات مین جن سے اعلیٰ درجہ کی ذہنی قابلیت متعلق ہے، رابطہ و تسلسل قائم رہنا چاہیئے، لیکن یہ درمیانی شبکات کافی اور ضروری ورزش سے محروم رکھے گئے ہین، لہذا سفید دائرون کا رابطہ اُنکے توسط سے مخطط دائرون کے ساتھ قائم نہین ہے، حالانکہ اعلیٰ خیالات اور اعمال انہین مخطط دائرون کے تابع ہین، تقویت دماغ کا جو اصول مضمون ہذا مین بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جملہ دماغی شبکات کو یعنی سفید، سیاہ اور مخطط تینون قسم کے دائرون کو آپس مین نالیون یا راستون کے ذریعہ سے مربوط کردیا جائے، جسکا عملی طریقہ یہ ہے کہ انسان مختلف اقسام کے مشاغل مین اپنا وقت صرف کرے، اور کسی ایک ہی مشغلہ کا ہو نہ رہے، تاکہ جملہ شبکات دماغی کو باری باری سے آرام اور کارگذاری کا موقع ملے، اور ان سب مین باہمی ربط و تسلسل قائم ہوجائے، اور ایسا نہ ہونے پائے کہ کوئی ایک مجموعۂ شبکات کثرت کار سے ناکارہ ہوجائے اور باقی مجموعے معطل اور معطل پڑے رہین،



فنون لطیفہ
مذہب
حب وطن
ادب
سائنس
بازو
کندھا
پاؤن
سینہ
چہرہ
موسیقی
بصارت
دہن
سماعت

۱۳ - دماغی شبکات کے تمام مجموعے راستون یا نالیون کے ذریعہ سے باہم ملے ہوئے ہین، لیکن جب تک نالیون کو کاٹ چھانٹ کر کھول نہ دیا جائے اُنکو برسرکار نہین لایا جاسکتا، یہ نالیان مادۂ دماغی کی کل سطح پر پھیلی ہوئی ہین، ایک دوسرے سے ملائی جاسکتی ہین، قوت فراہم کرنے کے لئے اُنکو بند کیا جاسکتا ہے، اور پھر کھولا جاسکتا ہے، تاکہ فراہم شدہ قوت انسان کی عظمت اور خدا کی قدرت کے اظہار مین صرف ہو،

۱۴- دماغی ورزش اور نشو ونما سے کیا مراد ہے؟ اسکی ایک مثال درج ذیل ہے،

فرض کرو کہ تمہین زباندانی کا کیسقدر شوق ہے، یہ رغبت اس نالی کو کھول دیتی ہے، جو دماغی شبکات کے اس مجموعہ کی طرف جاتی ہے جو زباندانی پر حکمرانی کرتا ہے، اور تمہاری باتون مین دلچسپی پیدا ہوجاتی ہے، خواہ تم سیاست پر گفتگو کرو یا تعلیمات پر، تم اپنے مخاطب یا سامع کو محو بنا دیتے ہو، مناسب الفاظ اور نئے خیالات بے تکلف تمہاری زبان پر آنے لگتے ہین، اور یہ دماغی نالی کو اور زیادہ گہرا بنا دیتے ہین، یہانتک کہ تمہین علم ادب کے ساتھ مناسبت پیدا ہوجاتی ہے، اور یہ مناسبت حوصلہ تصنیف وتالیف مین ہیجان پیدا کردیتی ہے،

۱۵- اسی طرح ممکن ہے کہ تمہاری رغبت کسی اور نالی یا راستے کو کھول دے، مثلاً اس نالی کو جو اس مجموعۂ شبکات کو جاتی ہے جسمین قوت متصورہ مضمر و مخفی ہے، اب تمہین ایسے مناظر دکھائی دینے لگتے ہین جو کسی کند آدمی کی حد نظر سے باہر ہین، اور ذہن مین ایجادات وارد ہونے لگتے ہین،

۱۶- فرض کرو کہ کوئی شخص عرصہ سے بڑے بڑے ملکی معاملات کی فکرون مین پھنسا ہوا ہے، اگرچہ ذہنی تاریکی سے اس پار اسکی نظر نہین پہنچتی، لیکن اُسکا خیال یہ ہے کہ اگر ذہنی گھٹاؤن کے اس پار تک میری رسائی ہوجاے تو مین بہت کچھ کامیابی حاصل کرسکتا ہون، گویا کسی نالی مین سے جو کسی دماغی مقام کو گئی ہے، خیالات کی تراوش ہوتی رہتی ہے، اس نالی کو کھول دینے کے لئے دو باتون کی ضرورت ہے توجہ یا یکسوئی، اور یہ علم کہ اُسکو مخفی وہم نہین ہوگیا ہے بلکہ مفید قوت کی حقیقی جد وجہد کا احساس ہورہا ہے

۱۷- ایسا شخص اپنے معمولی کاروبار سے علحدگی اختیار کرے، دیہات مین پیدل سیر کرے صاف ہوا سے بخوبی لطف اندوز ہو، اور اپنی امنی ذہن مین نگار ہے، بعد ازان اس عنوان پر کتابون مین جو کچھ لکھا گیا ہو اُسے مطالعہ کرے، دفعتہً اسکی ذہنی تاریکی رفع ہوجائیگی، اور جس بات کی اُسے تلاش تھی وہ خود بخود اُسکے ذہن مین وارد ہوجائیگی،



۱۸- پیش آنی والی مشکلات کے اعتبار سے دماغی ورزش و تربیت جسمانی ورزش سے مشابہ ہے ابتدا و تکلیف اور پست ہمتی کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، اُن بندون کو توڑ ڈالنا جو اکثر خیال کی نالیون کے دہانون پر پائے جاتے ہین، محنت طلب کام ہے، لیکن جون ہی کہ یہ کام شروع ہوجاتا ہے تو خیال کی ان نالیون کو کھودنا اور گہرا بنانا سہل اور دل خوش کن ثابت ہونے لگتا ہے،

۱۹- خیال کی نالیون کو ہمیشہ گہرا کرتے رہنا، ان عادات مین سے ہے، جن پر انسان کی بزرگی کا دار و مدار ہے، دماغی ترقی کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ بعض مختلف دماغی شبکات کو بعض دیگر شبکات سے پیوستہ کرنیکی کوشش روزانہ جاری رکھی جائے جیسا کہ جملہ عادات کا دستور ہے، یہ عادت بھی رفتہ رفتہ مستحکم ہوجاتی ہے اور جڑ پکڑ لیتی ہے، اور دماغی نشو ونما مین نہایت قابل قدر امداد دیتی ہے،

---

## اعلان

چونکہ اب رسالہ ہر مہینہ کی ۲۰ تاریخ کو شایع ہوجاتا ہے اس لئے رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۳۰ تک دفتر مین بھیجدینی چاہیے، بعض لوگ کئی کئی مہینون کے بعد بیدار ہوتے ہین، اور اپنی غفلت کا خمیازہ چاہتے ہین کہ دفتر اٹھائے،

منیجر

# ابن یمین
## اور
# اُنکی شاعری

(۲)

از مولوی ابوالحسنات ندوی رفیق دار المصنفین

**طمع و ہوس** حرص، طمع اور دنیا پرستی کی مذمت اخلاقی شاعری کے عام عنوانات ہین جنپر اکثر شعرا نے طبع آزمائیان کی ہین، ان چیزون کی حقیقت پوچھو تو مختصر لفظون مین یہ ہے کہ قدر کفاف سے زیادہ کی طلب حرص، طمع اور دنیا پرستی ہے، یہ جذبات اسوقت پیدا ہوتے ہین جب انسان کو اپنی ضرورت و خواہش پر قابو نہین ہوتا، اور وہ ہر ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش کے آگے بھی مجبور محض ہو جاتا ہے، غور کرو تو صاف نظر آئیگا کہ ہمارے اکثر مطلوبات محض طمع و حرص ہی کا نتیجہ ہین، جس انسان کی قوتِ ضبط و قناعت جسقدر کمزور ہوتی ہے اسی تناسب سے طمع اور دنیا پرستی کے شعلے اُسکے آتشکدۂ حرص مین بھڑکتے ہین، لیکن واقعہ یہ ہے کہ انسانی خواہشات کا دائرہ اسقدر وسیع ہے کہ اُسکے آگے گنج قارون کی حقیقت بھی ایک نقطہ سے زیادہ نہین، اس بنا پر اس کشمکش سے نجات پانیکی بہترین صورت یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشون مین اعتدال پیدا کرے،

ہمارے اخلاقی شعرا نے انسانی طمع و ہوس کے شعلون پر پانی ڈالنے کی مختلف تدبیرین اختیار کی ہین، حرص کی برائی، طمع کی مذمت، اور دنیا پرستی پر ملامت یہ سب اسی سلسلہ کی کڑیان ہین، ابن یمین کہتے ہین،

درجہان پوشش و خورد بست کران نیست گریز      زین فزون خواستن عمر بغم کاستن است



چہ نشینی بہوس مار صفت بر سر گنج      از سر جملہ سر انجام چو برخاستن است

---

اے دل نصیحتے بشنو تا بر دن بری      گوے مراد از خم چوگان روزگار

خواری مکش ز حرص چو مرغان خانگی      سیمرغ دار عز قناعت کن اختیار

---

طمع انسانی برد مقصور شد      کو ز دنیا می نخواہد گشت سیر

کے توان کردن سبوے پُر ز آب      کانچہ از بالا در آمد شد ز زیر

---

تشنہ می باش و از خضر میذیر      منتِ آب چشمۂ حیوان

لیکن اگر اسی قدر پر اکتفا کیا جاے تو یہ غلطی ہے، کیونکہ انسان کی ہر ضرورت طمع و حرص کا نتیجہ نہین ہوتی، پس وہ محض قناعت اور ترک آذوقہ طلبی پر تا دیر قائم نہین رہ سکتا، اسلیے بہترین و مفید ترین طریقہ یہ ہے کہ ایک طرف ضرورت سے زیادہ کی طلب بُری ٹھہرائی جائے، اور دوسری طرف حصول معاش کے لیے سعی و جہد کی تعلیم دیجائے، کیونکہ اسکے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے، اور نظام عالم قائم نہین رہ سکتا، ابن یمین کی تعلیم اور انکی عملی زندگی کے نتائج بالکل اسی اصول کے مطابق ہین چنانچہ کہتے ہین،

گفتند چو رزق ہست مقسوم      زحمت چہ کشی ز بہر جستن

گفتم کہ بلے ولے ازین پیش      گشت است حوالتے معین

روزی یکے بمصر و شام است      وان ہمہ گرے بر دم و ارمن

زنہار مبین تو این تکاپوے      کاین حکم خداے راند بر من

**تواضع** ہماری اخلاقی شاعری مین تواضع کا مضمون بہت عام ہے، اور تمام شعرا نے اسکو دل کھول کے

بیان کیا ہے، آجکل کی نئی دنیا معترض ہے کہ اسی اخلاقی تعلیم کا نتیجہ قوم کا موجودہ ضعف، بزدلی اور ذلت پسندی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض بالکل نافہمی پر مبنی ہے،

بے شبہہ تواضع، عجز، انکسار اور خاکساری یہ چیزین ایسی ہین جو حد اعتدال سے بڑھکر عام بزدلی اور ضعف اخلاقی بنجاتی ہین، لیکن ہمارے شعرا نے جہان تواضع کی تعلیم دی ہے، وہان اسکا موقع و محل بھی بتا دیا ہے، ہر موقع پر اور ہر شخص کے ساتھ تواضع داخل اخلاق نہین، ابن یمین نے اس نکتہ کو مختلف پہلو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہین کہ تواضع انسان کو اسکے رتبہ سے فروتر نہین بلکہ بلند تر کردیتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ اراذل نہین بلکہ شرفا کے ساتھ برتا جائے،

کسے کز طریقِ تواضع رود     کند بر سریرِ شرف سلطنت

ولیکن مکن با بدان و مکن     ملک سیرتی در رگیہ شیطنت

تواضع بود با بزرگان ادب     بود با فرو مائگان مسکنت
(ذلت)

---

با بزرگانِ رہ تواضع گیر     با فرو مائگان تکبر کن

دوسری جگہ کہتے ہین کہ چار چیزین یعنی مفسد کے ساتھ سخاوت، احمق سے محبت، نادان کے ساتھ تواضع، اور دانا سے تکبر داخل حماقت ہے، تواضع کے اس نکتہ کو جس طرح ابن یمین نے لکھا ہے، شاید بہت کم لوگون نے لکھا،

بود چار چیز از کمالِ حماقت     مکن ہیچ یک را از ینہا تصور

بمفسد سخاوت باحمق محبت     بنادان تواضع بدانا تکبر

حلم

علم کی تعلیم پر بھی بعینہ یہی اعتراض کیا جاتا ہے، لیکن یہ اعتراض بھی محض غلط فہمی کی بنا پر ہے، وہ یہ کہ لوگ ان اشعار کے مخاطب کو نہین جانتے، اصل یہ ہے کہ ان اشعار کے مخاطب عوام نہین بلکہ وہ



مطلق العنان امرا و روسا تھے جنکی تنگ مزاجیان حاشیہ پوشان دولت کے لئے برق خرمن بنین، اور ذرا ذرا سی بات پر کتنے جسم بے روح اور کتنے قالب بیجان ہوجاتے تھے، ایسے خودسر اشخاص کے آتش غضب کو ٹھنڈا کرنیکے لئے عفو، حلم اور درگذر کی تعلیم سے بہتر اور کونسی تعلیم ہوسکتی تھی، ابن یمین کہتے ہین،

باتو گویم کہ چیست غایت حلم     ہر کہ زہرت دہد شکر بخشش

کم مباش از درخت سایہ فگن     ہر کہ سنگت زند ثمر بخشش

ہر کہ بخراشدت جگر بجفا،     ہمچو کان کریم زر بخشش

از صدف یاد گیر نکتۂ حلم     آنکہ برد سرت گہر بخشش

ظاہر و باطن کی یکرنگی

ای شدہ ظاہر پرست باطنت آباد کن     خرقۂ پاکت چہ سود گر بدنت پاک نیست

گر بفلک برکشی دامنِ رفعت چو مہر     نیست صفا گر ز صدق جیب دلت پاک نیست

مکارم اخلاق

دلا مکارم اخلاق گر ہمی خواہی     دو کار پیشہ کن اینک مکارم اخلاق

مشو مخالفِ حکم خدای عز و جل     بکوش تا بود اندر میان خلق وفاق

بلاغت دیکھو کہ دو مصرعون مین انسانی زندگی کی پوری داستان سعادت کہہ گئے،

وقت کی قدر و قیمت

انسان کی کامیابی کا معیار اسکے اعمال ہین، اسلئے وقت کا ایک ایک لمحہ جسقدر گران قیمت ہے اسکو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، ابن یمین وقت کی اہمیت ثابت کرنیکے لئے اسکو بار بار اور سو طرح سے بیان کرتے ہین، انکا تمامتر زور سخن اسپر صرف ہوتا ہے کہ ماضی کے غم اور مستقبل کی بیہودہ فکر مین حال کو ہاتھ سے نہ جانے دو، تمہارے پاس یہی خزانہ اور یہی ایک خزانہ ہے،

گر خرد یارتست ابن یمین     ہر طرف نہ بنای کارت را

جہد کن تا بنا خوشی ندہی     خوشتی روز روزگارت را

وقت را مغتنم شمر کاسال | می نیابی نشاط پارت را

---

گر تو خواہی کہ برخوری از عمر | خلق را غیر ازین تمنا نیست
نقد امروز را ز دست مدہ | دی گذشت و امید فردا نیست

---

غم نا آمدہ خوردن نبود شیوۂ عقل | وانچہ بگذشت ازان ہم نکند عاقل یاد
وقت را دان کہ درانی و غنیمت شمرش | زانکہ از پیش تو آن ہم گذرانست چو باد
گر بدین نکتہ کہ گفت ابن یمین کار کنی | نگذرد بر تو زمانی کہ نباشی دلشاد

---

نقد امروز مدہ نسیۂ فردا ستان | کہ یقین راند ہد مردم فرزانہ بشک

آزادی و بے نیازی — آزادی و بے نیازی کو اخلاق سے جتنا گہرا تعلق ہے، اس سے کون ناواقف ہے، انسان کی عزت و وقار، اثر و اقتدار کا تمام تر دار مدار اسکی آزادہ وشی اور بے نیازی پر ہے، ابن یمین کہتے ہین،

پادشاہی نزد اہل معرفت آزادگی ست | ہر کہ بند آرزو بگشاد از دل پادشاست
گرد خاک آستان و کلبۂ آزادگی | گر خرد دارد کسے چشم خرد را توتیاست

خودداری و سعی عمل — انسان کی ذلت کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ خوددار اور ساعی عمل نہین، ابن یمین ان اشخاص کو مخاطب کرکے کہتے ہین،

رزق مقسوم و وقت معلوم است | ساعتے پیش و لحظۂ پس نیست
بقدم کوش تا بکام رسی | مرد وا ماندہ کاروان رس نیست



ہم ز خود جوے ہر چہ می جوئی | کہ بغیر از تو در جہان کس نیست

اپنی ہر تمنا اور مراد صرف اپنی محنت و سعی سے طلب کرنا چاہیئے کہ اسی کا نام حقیقی شیوۂ خودداری ہے،

از خود طلب مراد دل اے دل کہ غیر تو | در خانہ ہیچ خانہ خداے پدید نیست
ابن یمین کرم مطلب در جہان کہ او | عنقاے مغربی ست کہ جاے پدید نیست

لیکن یہی خودداری جب اعتدال سے بڑھجاتی ہے تو کبر و خود پسندی ہوجاتی ہے جو انسان کی تصویر اخلاق کا سب سے بُرا اور کریہہ منظر ہے، اسلئے ایک قطعہ مین یہ بھی بتادیا کہ عزت نفس اور خودداری کیا ہے، اور خود پسندی و حماقت کی حقیقت کیا ہے؟

مرد باید کہ ہر کجا باشد | عزت خویشتن نگہ دارد
خود پسندی و ابلہی نکند | ہر چہ کبر و منی است بگذارد
بطریقے رود کہ مردم را | سر موے ز خود نیازارد
ہمہ کس را ز خویش بہ داند | ہیچکس را حقیر نشمارد

ہمت عالی — میدان جنگ مین دشمن کی بڑھتی ہوئی صفین اُلٹ دینے سے زیادہ اپنی حاجت و ضرورت پر فتحیاب ہونا ترین ہمت ہے، نفس خبیث کی حاجت براری کے لئے دوسرون کے آگے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کرنا انتہا درجہ کی بے ہمتی و نامردی ہے، آزادی و خودداری کے سلسلہ مین یہ سب سے زیادہ ضروری کڑی تھی، ابن یمین لکھتے ہین،

چو خاک پای پشیمان شوی ز آتش حرص | شود بباد ہمہ آبرو چون نشود
(اور کچھ حاصل نہین)

غلام خاطر آنم کہ ہمت عالیش | رہین منت ابناے دہر دون نشود

ایک اور قطعہ مین کمال بلاغت کے ساتھ اسی مضمون کو اس طرح ادا کرتے ہین،

بر ہر چہ کردگار ترا داد صبر کن | تا بیش ازان جزات دہد کردگار تو

ہمت بلند دار کہ پیشِ خدا و خلق — باشد بقدرِ ہمتِ تو اعتبارِ تو

**قول و عمل** انسان کی عزت و احترام کی بنیاد اُسکے قول و عمل کے توافق و اتحاد پر ہے، جس شخص کی زبان و دل مین موافقت نہین وہ ہمیشہ اور ہر جگہ ذلیل اور اپنی تمناؤن مین نامراد رہتا ہے، جب ایسے اشخاص کی کثرت کسی قوم مین ہوتی ہے تو ناکامی و نامرادی اس قوم کا طغرائے امتیاز بنجاتی ہے، آج مسلمانون کو اپنے ہر ارادہ مین ناکامی اور ہر سعی و جہد مین نامرادی سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ عام مجالس و مجامع مین اُنکے منتخب و رہنما اشخاص جو کچھ کہتے ہین وہ الفاظ اور جملے انکے حلق سے نیچے نہین اُترتے، بلکہ منھ سے نکل کر فضاے عالم مین منتشر اور فنا ہوجاتے ہین، ہمارے اخلاقی ناصح **ابن یمین** اس عیب سے محفوظ رہنے کے لئے کہتے ہین،

هرچه گوئی بکن، وگرنه مگو — تا بود از تو دور عیب و عوار
عیب دانی که از کجا خیزد — زانکه بیرون نباشد این دو کار

دوسری جگہ کہتے ہین اور کسقدر سچ کہتے ہین کہ جو کام کرنیکا ہے محض کہنے سے پورا نہین ہوسکتا،

در عمل کوش و ترکِ قول بگیر — کارکرده نمی شود بسخن

**اعتدال کی تعلیم** یون تو اخلاقی تعلیم کا ایک ایک عنوان مفید ہے، لیکن انسان کے مدارج زندگی مین جسقدر کارآمد میانہ روی کی تعلیم ہے، غالبًا اسکے برابر کسی اور کا درجہ نہین، جب انسان مین میانہ روی نہین ہوتی تو وہ اپنی بے اعتدالی کے ہاتھون بہت جلد بلندی سے پستی، عزت سے ذلت اور امارت سے غربت کی مصیبت مین گرفتار ہوجاتا ہے، ہماری قوم مین بے اعتدالی کے دردناک نتائج دیکھنے ہون تو ہر شخص خود اپنے خاندان اور کنبہ مین ان دردناک مناظر کو دیکھ سکتا ہے، ان جانگداز حوادث سے بچانیکے لئے ابن یمین بار بار اعتدال کی تعلیم دیتے ہین،

اوسط کارها نگه میدار — نه ضعیفی و نه تهورکن



نه چو طاؤس مجلس آرا شو — نه بو برّان وطن چو کنگر کن
(دالتو)

ایک دوسرے قطعہ مین بہت وضاحت کے ساتھ اسی مضمون کو بیان کرتے ہین اور سچ تو یہ ہے کہ علم الاقتصاد کی ضخیم مجلدات انہین چند شعرون کی مزید تشریح و توضیح ہین،

ای پسر در ضبط انجت بهت جهدی می نمای — تا زهرچه آن نیست اندوهی نباید خوردنت
لیک گر خبط از رهِ امساک خواهی کردنش — خونِ نامِ نیک خود این بس بود در گردنت
بشنو از من تا نمایم در معیشت راه راست — سنتِ ابن یمین باید بجا آوردنت
از در افراط و ز تفریط بودن محترز — بر طریقِ اعتدال آهنگ باید کردنت

**دوستی** انسان کے لئے اس سے زیادہ مفید اور پرلطف کوئی چیز نہین کہ دنیا مین اسکا کوئی سچا دوست ہو، طبعی طور پر ہر شخص چاہتا ہے کہ ایک ایسا شخص ہو جو صحیح معنون مین اسکا معتمد اور عزیز دوست ہو، جسکی دوستی کے آگے بہت سی قرابتین اور رشتہ داریان بھی ہیچ ہون، جو اُسکے غم اور خوشی ہر چیز کا شریک ہو، زور و زر، مال و دولت تو کیا چیز ہے، اپنی جان تک اس سے دریغ نہ رکھے، ابن یمین ایسے دوست کی تلاش و جستجو ضروری قرار دیتے ہین،

گر تو میخواهی که آری بهترین چیزی بدست — یارِ یکدل آن بود از هرچه یابی در جهان
همچنین یاری کم افتد، ور بدست آید ترا — گر خرد داری نگه دارش گرامی تر ز جان

---

دو دوست باهم اگر یکدل اند در همه حال — هزار طعنهٔ دشمن به نیم جو نخرند
بمثال شان بنمایم ترا ز مهرهٔ نرد — یگان یگان بسوی خانه راه می ببرند
و لے دو مهره چو هم پشت یکدگر گیرند — دگر طپانچهٔ دشمن بهیچ رو نخورند
بگوش ابن یمین دوستی بچنگ آور — که دشمنان سوی یک تن بصد گزند نگرند

مطلب یہ ہے کہ اگر انسان کوئی سچا دوست رکھتا ہے تو ہزار دن دشمن کی بھی اسکو پروا نہین، اسکی مثال نرو کے مہرون کی ہے کہ جب مہرے الگ الگ بڑھتے ہین تو مقابل کی زد مین آکر پِٹتے ہین، لیکن دو مہرے جب ایک دوسرے کی مدد پر چلتے ہین تو دونون زد سے محفوظ رہتے ہین،

**اچھون کی صحبت** لیکن کبھی یہی دوستی انسان کی تباہی و بربادی کا باعث بھی ہوجاتی ہے، یعنی انسان جب اپنا دوست اور ہمصحبت بُرے اشخاص کو بناتا ہے تو انکی بُرائیان اسمین سرائت کرتی ہین اور اسکی سعادت شقاوت سے بدلجاتی ہے، اسلئے یہ تعلیم ناکمل رہتی، اگر صحبت نیک کی ترغیب نہ دیجاتی، ابن یمین متعدد قطعات مین مختلف پیرایون سے اچھون کی صحبت اختیار کرنیکی ضرورت بتاتے ہین،

از ہنر مرد بہرہ ور گردد  چون برِ صاحب ہنر گردد
قطرۂ آب مختصر مایہ  چون بدریا رود گہر گردد
صحبت نیشکر چو یابد آب  بضرورت ہمان شکر گردد

---

بابدان کم نشین کہ صحبتِ بد  گرچہ پاکی ترا پلید کند
آفتابے باین بزرگی را  ذرۂ ابر ناپدید کند

---

ہم صحبتِ کریم شو ار بایدت کرم  زیرا کہ طبع می شود از طبع خوے گیر
گیرد صبا ز ہرچہ برد بگذر د نصیب  از جیفہ گند گیرد و بوے خوش از عبیر

---

باشد لئیم در نظرِ عقل چون شبہ  بے قیمت و کریم بود در جہان چو دُر
(پوت)

**کم آمیزی کی تعلیم** بعض لوگ صحبتِ احباب کے اسدرجہ خوگر ہوجاتے ہین کہ ہر وقت اپنے احباب مین



گھلے ملے رہتے ہین، لیکن اس افراط صحبت سے انسان ہلکا اور بے وقعت ہوجاتا ہے، عرب مین "زُر غِبّاً تزدد حبا" ایک مشہور مقولہ ہے، ابن یمین کہتے ہین،

گر کم بدرت آیم معذور ہمی دارم  ان را کہ بسے تقیید ہجرش زخدا خواہند
یاران کہ پیاپے شند گردند ملول از وے  آنگہ کہ نمی بارد وصلش زخدا خواہند

**مردی کیا ہے**

مردمی چیست ہیچ میدانی  روز دولت فروتنی کردن
سیم و زر بے قیاس بخشیدن  گاہ قدرت غضب فرو خوردن

**اخفاے راز**

پدر کہ جان عزیزش بلب رسیدہ بگفت  یکے نصیحتِ من گوش گیر جان عزیز
بدوست گرچہ عزیز است راز دل مکشاے  کہ دوست نیز بگوید بدوستان عزیز

**حاجت برآری** دولت اور قوت پر گھمنڈ نہین چاہیئے، کیونکہ یہ آنی جانی چیز ہے، آج ہمارے پاس سب کچھ ہے لیکن بہت ممکن ہے کہ کل قوت ضعف سے اور امارت افلاس سے بدل جاے، اسلئے آج ہی جہانتک ممکن ہو ضعیفون کی مدد اور محتاجون کی حاجت برآری کرلین، ایسا ہو کہ کل گردشِ چرخ سے وہ دولتمند اور ہم مفلس ہون اور انکے آگے اپنی حاجت لیجائین تو وہ ناکام و نامراد اپنے دروازہ سے نکالدین،

چو روزگار بکام تو گشت و دولت یار  بکوش تا دل آزردۂ بدست آری
مباش یکنفس از کار خویشتن غافل  مگر کہ فرصتِ امکان ز دست بگذاری
کہ زان کسے کہ ز تو حبت یاری امروز  روا بود کہ تو فردا طلب کنی یاری

**چار چیزین انسان کو ذلیل کرتی ہین**

چہار چیز ز ہد آبروے مرد بباد  باختیار مباش اے پسر مباشر آن
یکے دروغ، دوم صحبتِ عوام الناس  سوم مزاح چہارم شراب با نادان

**چار چیزین چار چیزونکی محتاج ہین**

چہار چیز بچہار دگر بود محتاج  بیان کنم اگر امر تو مستمع باشی

خرد بہ تجربہ خویشی بد وستی کردن    سبب عجز، سبب سروری بر پاشی

ان تعلیمات کے علاوہ سیکڑون اخلاقی نکتے ہین جنکو ابن یمین اپنی نصیحت آمیز شاعری مین ادا کر گئے ہین، نمونہ کے طور پر چند عنوانات اس مضمون مین قائم کر لئے گئے ہین، تم غور کر سکتے ہو کہ اخلاقی تعلیم مین انھون نے کسقدر صحیح مذاق سے کام لیا ہے اور کتنے مفید ترین اخلاق کی تعلیم دی ہے، پھر سلامت روی کی انتہا ہے کہ جن الفاظ، ترکیب اور تشبیہات کے ذریعہ سے مطالب بیان کئے ہین ان مین کہین انگلی رکھنے کی بھی جگہ نہین ہے، شیخ سعدی اخلاق کی تعلیم دیتے ہین، اور اسمین شک نہین کہ نہایت موثر پیرایہ مین دیتے ہین، لیکن مذاق زمانہ سے متاثر ہو کر جا بجا حسن و عشق کی شر انگیز داستان بھی چھیڑ دیتے ہین جس سے ایک اخلاقی صحیفہ کو بہر حال پاک و صاف رہنا چاہیئے،

عمر خیام کی رباعیان، خواجہ حافظ کا دیوان بے شبہہ اخلاقی مواعظ سے خالی نہین، لیکن مینا و مے، چنگ و بربط، اور مطرب و مغنی کی پر شور آوازون کے سامنے انکی آواز دب کر رہ گئی ہے، مانا کہ حافظ و خیام کی بزم نشاط مین چنگ و بربط اور مینا و مے کی اصلیت، نواے سردش اور شراب حقیقت ہی کیون نہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہر شخص صوفی منش نہین ہو سکتا کہ اپنے دل کو ایسا باور کرائے، بار بار سامنے آنیوالے صریح خیالات اور الفاظ کے ظاہری معنی بے اثر نہین ہو سکتے، عام طور پر کہا جاتا ہے کہ دیوان حافظ پڑھکر یا تو انسان دلی کامل ہو جاتا ہے یا بالکل رند اوباش، اس جملہ پر غور کرو کیا معنی رکھتا ہے،

غم کھاؤ، زندگی ضائع نہ کرو، اور حال کو کام مین لاؤ، یہ سب سکھاتے ہین، عمر خیام کہتے ہین کہ مرنے سے پہلے زندگی مین جو کچھ کرنا ہو کر لو، لیکن زندگی کا لمحہ لمحہ کسمین صرف ہو؟ شراب نوشی مین،

تا کے زغم زمانہ محزون باشی    با چشم پر آب و دل پر خون باشی

مے نوش و بعیش کوش خوشدل می باش    زان پیش کزین دائرہ بیرون باشی

خواجہ حافظ کہتے ہین کہ عزلت و گوشہ نشینی بہترین چیز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اسکے ساتھ یہ سامان ہون،



دو یار زیرک و از بادۂ کہن دو منے    فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے

فرماتے ہین کہ اگر یہ موقع نصیب ہو تو دنیا و آخرت کے بدلے بھی ہم اسکو ہاتھ سے نہین دینگے،

من این مقام بدنیا و آخرت ندہم    اگرچہ در پیم افتند خلق انجمنے

آگے چلکر یہ تلقین کرتے ہین

بیا کہ رونق این کارخانہ کم نشود    ز زہد ہمچو توئی یا ز فسق ہمچو منے

ابن یمین بھی عزلت و گوشہ نشینی کی تعلیم دیتے ہین، لیکن کن مشاغل اور کن اسباب کے ساتھ اسکو خود انکی زبان سے سنو،

کنجے و ہمدمی و کتابے و خوردۂ    از بہر ذوق نفس ز تاج و سریر بہ

از بہر ستر عورت جامے و خرقۂ    از اطلس مذہب و شعر حریر بہ

از بہر دفع تشنگی از بادہ سفال    آب مباح سرد ز جام عصیر بہ
(شراب انگور)

حلوا و مرغ و ترہ اگر نیست گو مباش    صحت چو ہست از ہمہ نان فطیر بہ

وجہ کفاف اگر بکف آید ز دہقنت    نزد خرد ز خدمت شاہ و وزیر بہ
(کاشتکاری)

ایک دوسرے قطعہ مین کہتے ہین،

نان جوین و خرقہ پشمین و آب شور    سیپارۂ قرآن و حدیث پیمبری

با یکدو ہمنفس کہ نیرزد بہ نیم جو    در پیش چشم ہمت شان ملک سنجری

این آن سعادت است کہ بروے حسد برد    دارائے تخت قیصر و ملک سکندری

اصل یہ ہے کہ حافظ و خیام اور ابن یمین قناعت و گوشہ گیری کی تعلیم دینے مین تو برابر ہین لیکن علانیہ نظر آئیگا کہ ان دونون کی قناعت و گوشہ گیری مین بہت بڑا فرق ہے، یعنی خیام و حافظ کی قناعت و گوشہ گیری رندانہ ہے اور ابن یمین کی زاہدانہ، اب اخلاق کے رمز شناس خود فیصلہ کر لین کہ

ان مین سے کون صراط مستقیم پر ہے،

## ابن یمین کی غزلین

فارسی انواع شاعری پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل خیالات اور مناظر کا سمان دکھانے کیلئے قصائد مخصوص ہین، واقعہ نگاری کے لئے مثنوی، اور وسیع مگر ایک ہی قسم کے خیالات ادا کرنیکے لئے قطعات، غزل کی جو صنف تھی وہ ان منفرق اور چھوٹے چھوٹے خیالات کے لئے تھی جو شعرا کے دلون مین پیدا ہوتے رہتے تھے، زوال تمدن اور سوسائٹی کے تغیر مذاق کا یہ نتیجہ ہوا کہ ساتوین صدی مین غزل کی صنف حسن وعشق کی داستان گوئی کے لئے مخصوص ہوگئی، تمام شعراے ایران جب غزلین کہتے تھے تو وہ عشقیہ مضامین سے لبریز ہوتی تھین، یہ محض تصوف کی کرامت تھی کہ با این ہمہ اس بزم عشق مین اسکی جگہ بھی قائم رہی، اور چونکہ تصوف کو فلسفہ واخلاق سے بہت قریبی تعلق تھا اسلئے اسکے صدقہ مین کہین کہین اخلاقی مضامین بھی ادا ہوتے تھے، لیکن یہ جو کچھ تھا ضمنی وعارضی تھا، مقصود حقیقی محض عشق ہی رہا،

لیکن اس پرشور زمانے مین صرف ابن یمین کی آواز تھی جو اس غوغاے عام کی ہم آہنگی سے بالکل الگ تھلگ رہی، اور وہ اپنے اصل مذاق کے مطابق غزلون مین بھی اخلاقی مضامین ادا کرتے رہے چنانچہ قطعات کے مجموعے مین چند غزلین بھی ہین جو اخلاقی مضامین سے لبریز ہین، ان غزلون مین تسلسل بیان کا وصف عام طور پر نمایان ہے، یہان مین صرف چند غزلون کے کچھ اشعار نقل کر دینا کافی سمجھتا ہون، اہل نظران جواہر ریزون کی قدر وقیمت خود معلوم کر سکتے ہین،

دنیا کے نیک وبد، خیر وشر، رنج ومسرت سب گذر جانے والے ہین، اسلئے حوادث سے نہ ڈرو پریشان خاطر نہو، اور ہر حال مین خدا کے شاکر رہو،

اے دل غم جہان مخور این نیز بگذرد    گیتی چو ہست برگذر این نیز بگذرد

در دور روزگار نہ بر وفق راے تست    اندہ مخور کہ بیخبر این نیز بگذرد



بالجملہ پاے دار کہ مردان مرد را    بگذشت ازین بسے بسر این نیز بگذرد

منت خداے را کہ شب دیر باز غم    افتاد با دم سحر این نیز بگذرد

ابن یمین ز موج حوادث مترس ازانکہ    ہر چند ہست با خطر این نیز بگذرد

عزت ونیکنامی

زندگی اور دولت ومال کا صحیح مصرف یہ ہونا چاہیئے کہ انسان عزت ونیکنامی حاصل کرے، اس مضمون کو لکھتے ہین،

شنیدہ ام کہ بآب زراین حدیث چو زر    نوشتہ اند بر ایوان کاخ اسکندر

بمال و ملک جہان را اگر بقا بودے    ز دیگرے نرسیدی بمن زمن بدگر

عزیز من دو سہ روزی کہ فرصتے داری    چنان بزی کہ چو بیرون روی ازین کشور

بہر دیار کہ نامت برد کسے بزبان    بجز دعات نگویند کہتر و مہتر

پدر کہ جان عزیزش بلب رسیدہ بگفت    یکے نصیحت من گوش کن تو جان پدر

بہر دیار کہ در چشم خلق خوار شوی    سبک سفر کن ازانجا برو بجاے دگر

بشہر خویش بسے بیقدر بود مردم    بکان خویش بسے بے بہا بود گوہر

درخت اگر متحرک شدے ز جا بجاے    نہ جور آرہ کشیدے ونے جفاے تبر

بکوش تا بتوانی ولے بدست آری    کہ در جہان بہ ازین نیست ہیچ جان پدر

دنیا سے بے تعلقی

ایدل ازین جہان دل آزار درگذر    ور تنگناے گنبد دوار درگذر

کار جہان نہ لائق اہل بصارت است    فرزانہ دار از سر این کار درگذر

در بحر غم ز حرص چو غواص شوخ چشم    غوطہ مخور ز گوہر شہوار درگذر

دار غرور نیست مقام قرار تو    منصور دار از سر این دار درگذر

با مار مہرہ کسے دوستی نکرد    برکن طمع ز مہرۂ واز مار درگذر

چون میتوان بگلشن روحانیان رسید — سعی نما وزین رہ پر خار درگذر

ابن یمین نشیمنِ قدس ست جاے تو — زین آستان، چو جعفر طیّار درگذر

شرافت وفضیلت

قرآن مجید کی ایک آیت ہے، "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم" انسان کی شرافت کا صحیح معیار اسکے اعمال ہین، کیونکہ درخت اپنے پہل سے پہچانا جاتا ہے، ابن یمین کہتے ہین،

آن راکہ نداند نسب ونسبتِ حالش — اورا نبود ہیچ گواہے چو فعالش

آنراکہ پسندیدہ بود خوے وخصالش — زنہار مپرس از پدر وعم وز خالش

زیراکہ درختے کہ مراورا نہ شناسی — بارش خبر آرد کہ چہ بودست نہالش

زیرا شرفِ مرد باصل و بہ نسب نیست — در معرفت وعقل وتمیز ست وکمالش

شہزادۂ نادان کہ ورا علم وعمل نیست — بیقدر بماند چو نماند زر ومالش

درویش کہ او معرفتِ علم وعمل یافت — او سلطنتے یافت کہ خود نیست زوالش

از صحبتِ نا اہل بصد مرحلہ بگریز — تا در دہنِ شیر نیفتی زخصالش

فناے دنیا اور حسن خلق کی تلقین

باخبر باش کہ دنیا گذرانست اے دل — خیز کاین خوابگہ بیخبرانست اے دل

ہر یک از برگ بنفشہ کہ دمد از دلِ خاک — خال مشکین رخِ سیمبرانست اے دل

شاخ سنبل کہ سر از جیب زمین بردارد — جعد عنبر شکنِ خوبروانست اے دل

در ہمہ کار پس وپیش نگہ باید داشت — خویش وبیگانہ زہر سو نگرانست اے دل

بہمہ خلق جہان خُلق پسندیدہ نماے — کہ سوے خلد بدین راہ برانست اے دل

گرنہ بر وفق مرادِ تو بُود کار جہان — از جہان نیست کہ دور قمرانست اے دل

خود گرفتم کہ نمودم ید بیضا بسخن — نطق عیسیٰ چہ کنی دور خرانست اے دل

اے بسا کابن یمین درگہ وبیگہ می گفت — کہ سعادت ہمہ با بے ہنرانست اے دل



پرورش

بگوش ہوش من آمد مدام آوازے — کہ ہست طائر جانرا ہواے پروازے

بے نشیمن او شاخسار سدرہ سزد — چہ می کنند قفس اند، وند دمسازے

بعلم وعقل اگر پرورش کنی جانرا — زستر غیب نماند برادنہان رازے

غذاے طوطی جان تو شکرے خوردست — عزیز دار مرا ورا کہ ارزد اعزازے

بود زنفس گرش آرزوے نفس دہی — کسے بطعمہ نداد ارزنی بشہبازے

بہ نزد ابن یمین گرچہ مارخاک خوری — بہ است از انکہ ہمیشہ مسخر آزے

غالباً تم کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہو گا کہ ابن یمین کی جو اخلاقی تعلیمات ہین وہ بہت صحیح صاف اور عملی ہین، اور وہ انہی خصوصیات کی بنا پر اپنے تمام ہمچشمون مین ممتاز ہین، اب مین آخر مین یہ کہے بغیر نہین رہ سکتا کہ ہمارے ہان اخلاقی تعلیم کے سلسلہ مین ہر طرح کے رطب ویابس کا مجموعہ جو فارسی رسائل پڑہاے جاتے ہین، اگر انکی بجاے ابن یمین کا منتخب کلام داخل نصاب کر لیا جاے تو یقیناً زیادہ مفید ہو، اور اس سے اچھے نتائج نکلین، ابتدائی تعلیم محض بچون کی تعلیم نہین ہوتی بلکہ اُنکے آیندہ خلق وسیرۃ کی وہ بنیاد ہوتی ہے، اسلیے اسکا لحاظ کر لینا ضروری ہے کہ وہ بنیاد غلط نہو، کیونکہ اسی پر عمارت کی شان وشوکت اور حسن واستحکام کا دار ومدار ہے،

# باب المراسلۃ والمناظرۃ

## سورۂ یوسف کے ایک واقعہ کی تفسیر

### از تذکرۂ مولانا ابوالکلام آزاد

معارف عدد ہفتم مین سورۂ یوسف کے ایک واقعہ کی تفسیر شایع ہوئی تھی جسکے آخر مین مین نے یہ مصرع لکھا تھا، ع متاع من ز ہنا نخانۂ ازل بردہ ست، چنانچہ آج مولانا ابوالکلام کے تذکرہ کا ایک ورق (حاشیہ صفحہ ۱۲۵-۱۲۸) اس مسئلہ کے متعلق شایع کرتے ہین، کتاب البلاغ پریس (رپن لین نمبرہ ۴ کلکتہ) مین زیر طبع ہے،

عام طور پر یہ واقعہ یون سمجھا جاتا ہے کہ وہ عورتین حضرت یوسف کا جمال صورت دیکھکر ایسی بیخود ہوئین کہ پھلون کی جگہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے، مگر قرآن حکیم سے ایسا ثابت نہین ہوتا، حضرت یوسف نے اس واقعہ کے بعد ہی دعا مانگی: والا تصرف عنی کیدھن اصب الیھن " خدایا! اگر ان عورتون کے مکر وفریب سے تونے نہ بچایا تو ممکن ہے کہ مین ان پر جھک پڑون" یہان ان عورتون کے معاملہ کو "کید" کہا لیکن اگر وہ تاب نظارۂ جمال نہ لاکر بیخود ہو گئی تھین تو اسمین "کید" کی کونسی بات تھی، پھر خدا فرماتا ہے، فصرف عنہ کیدھن "ہم نے ان عورتون کے کید کو اسکی طرف سے ہٹا دیا" پھر قیدخانہ مین بادشاہ کے پیامبر سے کہا، ما بال النسوۃ التی قطعن ایدیھن، ان ربی بکیدھن علیم یعنی "پہلے اس معاملہ کو صاف کرو کہ وہ جو عورتون نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے تو اسکی حقیقت کیا تھی؟ میرا پروردگار انکے مکر کو خوب جانتا ہے" ان دونون مقامات مین بھی اس معاملہ کو کید سے تعبیر کیا، اور آخری آیت مین تو صاف قطع ید کو حضرت یوسف "کید" کہہ رہے ہین، اس سے بھی بڑھکر یہ کہ جب حسب تحریک حضرت یوسفؑ بادشاہ نے ان عورتون سے معاملہ کی تحقیق چاہی تو ان لفظون مین پوچھا، ما خطبکن اذ راودتن



یوسف عن نفسہ؟ "بتاؤ کیا حال تھا جب تم لوگون نے یوسف کو پھسلانا چاہا تھا"؟ یہان بھی "راودتن عن نفسہ" کا لفظ ہی جو ان عورتون نے امراۃ العزیز کی نسبت کہا تھا، تراود فتاھا عن نفسہ، اور راودتہ التی ھو فی بیتھا عن نفسہ اور ولقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم پس اگر وہ عورتین صورت ہی دیکھکر مدہوش و بیخود ہو گئی تھین تو اسمین پھسلانے اور بہلانے کا مکر کیا ہوا؟ اگر کہا جائے کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد انھون نے پھسلانا چاہا تھا تو یہ قرآن مین کہین نہین ہے، وہان تو صرف اس اعتراف پر معاملہ ختم ہوجاتا ہے کہ ان ھذا الا ملک کریم اور بلاغتہ قرآنی کے خلاف ہے کہ ایک غیر متذکرہ و مجہول واقعہ کی طرف جا بجا اشارہ کیا جائے، پس اس آیت کی یہ تفسیر کسی طرح صحیح نہین ہو سکتی، صاف بات یہ ہے کہ ملامت کرنیوالی عورتون کے دلون مین دراصل پہلے سے کھوٹ تھا، وہ خود حضرت یوسف پر ریجھی ہوئی تھین، مگر بظاہر امراۃ العزیز کو طعنہ دیا کرتی تھین کہ ایک نوخیز غلام پر مرنے لگی اور اسکو بھی قابو مین نہ لا سکی، یعنی ہم ہوتے تو ایک ہی چلتر مین پاکبازی کی ساری دھوم ختم کر دیتے، فلما سمعت بمکرھن جب امراۃ العزیز نے انکی اس مکاری کا حال سُنا تو حضرت یوسف سے مقابلہ کرا دیا کہ اچھا مین تو اسکو قابو مین نہ لا سکی، اگر اسکی پاکبازی ایسی ہی پھسل پڑنے والی ہے تو تم بھی اپنے سارے داؤ آزما دیکھو، جب حضرت یوسف سامنے آئے تو اکبرنہ "انکی عصمت و پاکی کی عظمت نے انکو قائل کر دیا" وقطعن ایدیھن جب اظہار عشق و فریفتگی کے سارے چلتر ناکام رہے تو پھر یہ کیا کہ اپنا کمال عشق جتانے کیلئے اپنے ہات کاٹ لئے، یعنی زخم لگا کر خون بہا دیا، یہ بھی ایک چلتر تھا کہ نہ مانو گے تو یہی چھری ہوگی اور ہماری جان، لیکن جب وہ کوہ عصمت اسپر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا تو بے اختیار پکار اٹھین ما ھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم "ہم نے تو وہ وہ ناز و عشوہ دکھلائے اور وہ چلتر کئے کہ کوئی کیسا ہی انسان ہوتا مگر اپنے کو قابو مین نہین رکھ سکتا تھا، لیکن یہ تو پاکی و قدوسیت کا فرشتہ ہے جسکو گناہ کا کوئی دام بھی پھنسا نہین سکتا" اسپر امراۃ العزیز بولی فذلکن الذی لمتننی فیہ "دیکھا یہ ہے وہ پیکر عصمت اور مجسمۂ ملکوتیت

جسکے لئے مجھکو ملامت کیا کرتی تھین"،

ہزار دام سے نکلا ہون ایک جنبش مین ۔۔۔ جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

خود امراۃ العزیز کا یہ قول ہی تفسیر مشہور کی تغلیط کے لئے کافی ہے، ولقد راودتہ عن نفسہ فاستعصم "ہان بیشک مین نے اسکو بہت پھسلانا چاہا تہا، مگر وہ بے قابو نہوا" یعنی ایسے پاک شخص کے مقابلہ مین اپنی ناکامی کا اقرار باعث عار نہین، اگر یہ معاملہ صرف محویت حسن صورت ہی کا تہا تو اس موقع پر یہ کہنے کا کون موقع تہا، ان عورتون نے کہا تہا ان ھذا الا ملک کریم" اگر وہ صرف حسن سیرت ہی دیکھکر بیخود ہوگئی ہوتین تو ملک کریم" کیون کہا؟ فرشتون کی خوبصورتی کا تو شہرہ نہین ہے، پاکی اور عصمت کا ہے فلما سمعت بمکرھن - اگر صرف ان عورتون نے حضرت یوسف کی تحقیر ہی کی تھی اور بنیاد ملامت صرف یہی تہی کہ ایک غلام پر کیون جان دینے لگی اور خود انکے دل مین کہوٹ نہ تہا، تو اسمین مکر کی کونسی بات ہوئی، مکر کے معنی عربی مین یہ ہین "ایصال الشی الی الغیر بطریق خفی" و کذالک اللیث للخادعۃ جب ان عورتون کے خیال کو مکر کہا تو اسمین کوئی مخفی بات بھی اندر کی ہونی چاہیئے، ایک مرتبہ مجھکو خیال ہوا کہ یہ مشہور تفسیر تو خود ایک حدیث کے خلاف ہے، حضرت عائشہ کی مشہور روایت مین ہے کہ مرض الموت مین آپ نے بلال سے کہا ابوبکرؓ کو نماز پڑہانیکے لئے کہدو، اسپر حضرت عائشہؓ نے اور پھر انکی تحریک سے حضرت حفصہ نے کہا "رجل اسیف" ابوبکر بڑے ہی رقیق القلب آدمی ہین ان سے نہ ہوسکیگا کہ آپکی جگہ کھڑے ہوکر نماز پڑہائین، عمر کے لئے فرما دیجئے، اسپر آپ نے فرمایا "انکن صواحب یوسف"، اگر وہی مشہور تفسیر مان لی جاے تو آپکی یہ تمثیل کسی طرح بھی درست نہین ہوتی

ہم ان تاویلون سے بیخبر نہین ہین جو مفسرین نے لائمات کا مکر و کید ثابت کرنے کے لئے کی ہین، مگر اس صاف صاف تفسیر کے بعد ان تکلفات کی ضرورت باقی نہین رہتی، حضرت یوسفؑ کے جمال صورت سے بھی ہمین انکار نہین، اور حضرت یوسف پر کیا موقوف ہے؛ دنیا مین کوئی نبی بھی



بصورت نہین آیا، انبیاے کرام فطرۃ و مزاج انسانی کا کامل ترین ظہور ہوتے ہین، کمال فطرت بغیر اعتدال و قوام خلقت و کمال نشو جسم و ہیکل ممکن نہین،" وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشب شبابا لا یشبہ الغلمان" اور اعتدال و قوام خلقت مین اعتدال ظاہر و باطن دونون داخل ہین، پس انبیاے کرام کے ظاہر و باطن، دونون مین بجز جمال و حسن و خوبروئی کے اور کچھ نہین ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے، مگر مجرد جمال صورت کوئی ایسی چیز نہین جو انبیا کے لئے موجب فخر و مباہات یا معجزہ ہو اور قرآن حکیم اسکا خاص طور پر ذکر کرے، حضرت یوسفؑ کا اصلی جمال، جمال عصمت و باطن تہا جسکا جلوہ قال معاذ اللہ! انہ ربی احسن مثوای کے مقام پر بھی نمایان ہوا، ما ھذا بشرا کے معاملہ مین بھی، السجن احب الی مما یدعوننی الیہ کے اعلان مین بھی، اور انی حفیظ علیم کے تخت جلال و عظمت پر بھی، کیا یہ جمال انکے حسن مقدس کی جہان آرائی کے لئے بس نہین کرتا؟

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب،

تفسیر سورۂ یوسف کی چہ مشہور و عام غلطیون مین سے ایک غلطی یہ تھی، سورۂ مذکورہ کی تفسیر مین یہ بحث بالتفصیل لکھا جا چکا ہے،

———.•.•.———

# باب التقریظ و الانتقاد

## گلکدہ[1]

یعنی

مجموعۂ غزلیات جناب مرزا ہادی صاحب عزیز لکھنوی

از

مولوی ابو الحسنات ندوی رفیق دار المصنفین

موجودہ شعرائے لکھنؤ دو طبقون مین منقسم کئے جا سکتے ہین، ایک وہ جو قدیم طرز شاعری پر اب تک قائم ہے، دوسرا وہ جس نے قدیم طرز سخنگوئی مین نیا رنگ پیدا کیا ہے، جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز اس دوسری جماعت کے ایک ممتاز رکن ہین، دنیائے ادب مین شاعر کی حیثیت سے بارہا انکا تذکرہ اخبارات و رسائل مین آچکا ہے اس لئے وہ کسی جدید تعارف کے محتاج نہین، ماہ گذشتہ مین انھون نے اپنی غزلونکا ایک مجموعہ "گلکدہ" کے نام سے شائع کیا ہی امید ہے کہ ادب و شاعری کے حلقون مین وہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔

مرزا عزیز کی شاعری کی ممتاز خصوصیات تین ہین، جذبات[1] نگاری، فارسی کی ترکیبونکا[2] استعمال اور باوجود اسکے کلام کی صفائی اور روانی اور ابتذال سے پرہیز[3]، ہر شعر مین انکی یہ کوشش ہوتی ہے کہ جذبات انسانی کی تصویر کھینچی جائے کیونکہ شاعری درحقیقت جذبات ہی کو موزون فقرون مین ادا کرنیکا نام ہے، وہ شعر شعر نہین جو جذبات انسانی کا ترجمان نہو، ذیل کے اشعار کو پڑھو دیکھو کسقدر انکا لفظ لفظ جذبات کے آب حیات مین ڈوبا ہوا ہی اور اُسکے مصرع مصرع مین سوز و گداز کے کتنے شعلے بھڑک رہے ہین،

آگے خدا کو علم ہے کیا جانے کیا ہوا ———— بس اُنکے رخ سے یاد ہے اُٹھنا نقاب کا

[1] ضخامت ۱۲۸ صفحے تقطیع چھوٹی قیمت ۸ عہ پتہ عزیز منزل، اشرف آباد لکھنؤ



بے نیازی پہ تری ناز سیہ کارونکو ———— اُلٹے پھر آئین در توبہ اگر باز نہو

آج صیاد نے فرمان رہائی تو دیا ———— لیکن اُنکو کہ جنھین طاقت پرواز نہو

دلمین پیوست ہی اک تیر نکالون کیونکر ———— ڈر رہا ہون کہ نگاہ غلط انداز نہو

---

دل پُر درد سے جو آہ پر تاثیر نکلی ہے ———— غم پنہان کی لیکر ساتھ اک تصویر نکلی ہے

---

مٹے طلسم تصور تو اب قدم اٹھین ———— کہ ذرہ ذرہ پہ تصویر یار راہ مین ہے

---

کچھ دور وہ ساتھ اپنے جنازہ کی چلینگے ———— کیا دیر ہے بیمار محبت کہین مر بھی

بیٹھا ہے جھکائے ہوئے سر در پہ کوئی ———— بیمار شب غم کوئی کروٹ تو ادھر بھی

دیوانہ عزیز آنکھ کو گردش دم آخر ———— بیٹھے ہین سرہانے تیرے ارباب نظر بھی

---

کسنے دیکھا کونسی معجز نما نظرین اٹھین ———— لو وہی ٹوٹے ہوئے دل پھر صدا دینے لگے

---

یہی کہہ کہکے مین نے منزلون کی ہمت افزائی ———— کہ اب آتا ہے اے دل اب یہ جانانہ آتا ہے

---

ترے وعدے کی حقیقت کو ہمین سمجھے ہین ———— وہ حریص زندگی ہے جسے اعتبار آئے

---

قیامت کیا عزیز ایکنام ہی فریاد کا میری ———— فروغ انجمن بزم ہستی کا فقط ضبط فغان تک ہے

---

عالم کے انقلاب کا اللہ رے اثر ———— مین دیکھتا ہون دلکی بھی دنیا بدلگئی

---

مرزا صاحب غزلگوئی مین مرزا غالب کے طرز سخن کا تتبع کرتے ہین، اور اُنکی غزلون پر غزلین کہتے ہین، ارباب نظر جانتے ہین کہ مرزا غالب کے طریق کلام کی کامیابی کے ساتھ پیروی کس درجہ مشکل ہے، قید "کامیابی" کا اضافہ اس لئے کیا گیا ہے کہ آج کل غالب پرستی کی جو آندھی ملک مین چل رہی ہے اسنے صحت و خطا، عیب و ہنر فصاحت و تعقید کی چشم تمیز کو گرد آلود کر دیا ہے،

مرزا عزیز کی اس قسم کی غزلون کے چند اشعار ذیل مین نقل کئے جاتے ہین، مرزا غالب

کی ان زمینوں مین ایسے عمدہ شعر نکالنے پر جناب عزیز کی جسقدر تحسین و آفرین کیجائے کم ہے۔

دیکھکر ہر در و دیوار کو حیران ہونا
وہ مرا پہلے پہل داخل زندان ہونا

ان سے کرتا ہے دم نزع وصیت یہ عزیز
خلق روئیگی مگر تم نہ پریشان ہونا

مڑ مڑ کے دیکھتا تھا مین وحشت مین بار بار
کوئی تو میرے ساتھ بیابان نورد تھا

کوسون دیار عشق مین آبادیان نہین
یادش بخیر جب سے مرا دل نہین رہا

ظاہر ہوا ہے میرے رخ نیلگون سے اب
انجام ضبط گریۂ طاقت گداز کا،

ظاہر مین ایک سادہ ورق ہی یہ دل مگر
نقش طلسم راز ہے اک کارساز کا،

کسکے جلوہ نے یہ کی آئینہ بندی ہر سو
دیکھا جس ذرہ کو وہ دیدۂ حیران نکلا

مر گیا ایک نظر دیکھکے گردون کی طرف
ترے بیمار کا جب کوئی نہ پرسان نکلا

ہے ضبط گریہ میرے لئے اک محال بات
گو آنسوؤن مین دل کی حقیقت ہی کیون نہو

میری خاموشی کی شرحین لوگ جو چاہین کرین
درد دل مین کیا کہون جب ہمزبان کوئی نہو

پائی جب خلوت کہین پابند رسم ضبط نے
رو دیا یہ سوچکر شاید یہان کوئی نہو

جفا و امتحان کل عشق مین جب ایک حاصل ہو
ستم ہی کیون نہو بدنام امتحان کیون ہو

نہ پوچھو دم کے رکنے کا سبب تم نزع مین مجھسے
کیا ہو زندگی بھر ضبط جسنے رائگان کیون ہو

زمانے کے حوادث خود مری فطرت مین داخل ہین
مصیبت دل کی کیا کم ہی بلائے آسمان کیون ہو

روز ازل ملا ہے ہر اک دلکو بیش و کم
وہ داغ عشق ہے نقش سویدا کہین جسے

یہ کہکے بزم وعظ مین اک جام پی لیا
کب تک رکھین امید شراب طہور کی

دل تابع کشش تھا کشش تابع جمال
ہان ہان محبت آپ سے کی اور ضرور کی

مانا کہ بزم حسن کے آداب ہین بہت
جب دل پہ اختیار نہو کیا کرے کوئی



مرزا صاحب نے کلام مین فارسی الفاظ اور ترکیبون کی آمیزش سے وسعت بیان، نزاکت مضمون اور حسن ادا پیدا کرنیکی طرف جو توجہ کی ہے اور اسمین جس حد تک وہ کامیاب ہوئے ہین وہ مطلب ہے، حقیقت یہ ہے کہ فارسی ترکیبون سے جسقدر وسیع اور غیر محدود معانی چھوٹے چھوٹے فقرون مین ادا ہو جاتے ہین محض اردو یا ہندی الفاظ کی ترکیب سے وہ طلسم معانی نہین بن سکتا ہمارے موجودہ شعرائے اردو مین فارسی ترکیبون کی آمیزش کرنے والے اشخاص بکثرت پیدا ہو گئے ہین لیکن سچ یہ ہے کہ بہت کم اصحاب ذوق سلیم کا ثبوت دیسکے، یہی چیز جسقدر کلام مین حسن اور بلندی پیدا کرتی ہے اسیقدر بسا اوقات عیب اور پستی بھی پیدا کرتی ہے۔

ایک منصف مزاج نقاد سخن علانیہ اسکا اقرار کریگا کہ اس بارہ مین مرزا صاحب نے جسقدر ذوق صحیح اور سلامت طبعی سے کام لیا ہے وہ مدح و ستایش سے مستغنی ہے، اور یہ وصف ان کے کلام مین اسقدر عام ہے کہ خاص طور پر دکھانے کی حاجت نہین، جہان سے بھی کلام پڑھو قدم قدم پر یہ حسن نظر آئیگا، چنانچہ اشعار بالا کو پڑھکر بھی ہر شخص اسکا اندازہ لگا سکتا ہے۔

با ایہمہ فارسی کی بعض ترکیبون کی صحت کے متعلق مجھے شک ہے، چنانچہ ذیل کے اشعار مین خط کشیدہ الفاظ اور ترکیبین قابل غور ہین،

گل جو گلزار مین ہین گوش بر آواز عزیز
مجھسے بلبل نے لیا طرز یہ شیوائی کا

ابھرین گی اور حسن کی سرگرمیان ابھی
لیتے ہین کام نالۂ آتش نشین سے ہم

بیان کرتا ہی جب کوئی مرا انداز وحشت
لبون تک خون مین ڈوبا ہوا افسانہ آتا ہی

ہے شور مری لاش پہ ہر رہگذری کا
لیکن وہی عالم ہے تری بیخبری کا

وہ شوق قتل و ولولۂ دل نہین رہا
اب انکے امتحان کے قابل نہین رہا

یہ مختصر سی ہے مری سوانح عمری
ہمیشہ وقف ستمہائے روزگار رہا

مجھے یہ تسلیم ہے کہ اس قسم کے مسامحات بہت کم ہین، اور ان مین سے بعض شاید قواعد کے رو سے صحیح بھی نکلین لیکن فصاحت کا معیار قواعد سے زیادہ بلند ہے ہمین مرزا عزیز سے جس کلام کی توقع ہے اسکو ان شکوک و شبہات سے بھی پاک و صاف ہونا چاہئے، ایک غزل کا شعر ہے،

بقدر جوش جوانی بڑھا غرور انکا
کہ مے نے نشہ باندازۂ خمار کیا

یہی تشبیہ مرزا غالب کے یہان بھی اس شعر مین ہے،

دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے
نشہ باندازۂ خمار نہین ہے

لیکن ان دونون مین جو امتیاز اور فرق ہے ظاہر ہے، مرزا عزیز کے ہان قلب تشبیہ ہوگیا ہے

اسی طرح یہ چند الفاظ اور ترکیبین بھی قابل غور ہین،

ہنگامہ خیز کشمکش حسن و عشق مین
دل یون پسا کہ جیسے غبار نبرد تھا

آئینہ حیات ہے تیرا فروغ حسن
زندہ وہی ہے جو کہ ترا روشناس ہے

نہین زاہد تجھے اندازۂ لذات روحانی
بہشت روح اک نظارہ ہی اس آفت جانکا

لذات کی صحت مین شبہہ نہین، لیکن یہ ضرور نہین کہ غزل کی زبان مین ہر صحیح لفظ شیرین اور لطیف بھی ہو،

اس قسم کے بعض اشعار کو چھوڑ کر بقیہ پورا گلکدہ مسامحات اور نکتہ چینیون کی دار و گیر سے پاک ہے اور استادانہ رنگ اوسمین صاف جھلکتا ہے،

صفائی و روانی اگر کلام کے حسن رخ کا آب و رنگ ہے تو مرزا عزیز نے اسکے بھی بہترین نمونے پیش کئے ہین ذیل کے اشعار کو پڑھو کسقدر بے تکلف صاف اور روان ہین،

بدگمان کو میری میت پر یقین سکتے کا ہے
حکم ہے آئینہ دکھلاؤ مری تصویر کا

بعد میرے میرا سامان سب تبرک ہوگیا
حلقہ حلقہ بٹ رہا ہے اب مری زنجیر کا



اک خدائی جان دینے کیلئے تیار ہے
کیا قیامت ہی کمر سے باندھنا شمشیر کا

شمع بجھکر رہگئی، پروانہ جلکر رہگیا
یادگار حسن و عشق اک داغ دلپر رہگیا

ضعف مین کرتا بیان کسطرح آخر درد دل
آپکا بیمار اک کروٹ بدلکر رہگیا

ہچکیان آئی تھین دو چار جو ہنگام وفات
تھی وہ آواز شکست دل بسمل قاتل

سوز باطن کا اثر ضبط سے چھپتا ہی کہین
شمع کو آبلہ، سرتا بقدم دیکھتے ہین

آخر مین یہ ظاہر کردینا بھی ضروری ہے کہ شعرائے لکھنؤ کی اس نئی جماعت نے قدیم طرز شاعری کے بدلنے مین گو کامیابی بہت کچھہ حاصل کی ہے، تاہم اب تک جو کچھہ ہوا ہی وہ یہی ہے کہ قدیم مرثیہ گوئی کو غزل کے قالب مین بدلدیا گیا ہی اور یہی وجہ ہی کہ سوز و گداز، حسرت و غم، یاس و ماتم، ناامیدی و موت کے جذبات بکثرت اور سو سو پہلو سے ادا ہوتے ہین، لیکن جوش و خروش، رندی و سرمستی، رفعت و بلندی، اور معاملات حسن و عشق، اور واردات قلبی کے مضامین کی بڑی کمی ہے، اسلئے ہمارے نئے ممتاز شعرا کو اب ان چیزونکی طرف بھی توجہ ضروری ہے، صف ماتم ہٹا کر بزم نشاط قائم کیجئے، کہ مدت کے مردہ دلون مین تر و تازگی اور جوش و خروش پیدا ہو اور غم و حسرت کے بجائے ہمارے نوجوانون مین امید اور ترنگ کے ولولے موجزن ہون،

الفاظ کسیقدر شیرین اور فصیح ہون لیکن کبھی کبھی وہ کثرت تکرار سے بے مزہ اور کانون کو ناگوار معلوم ہونے لگتے ہین، مرزا صاحب نے بعض الفاظ مثلاً "جذبات"، "مرکر"، "تا سوز"، وغیرہ کو بار بار دہرایا ہے، ہر غزل مین علحدہ علحدہ یہ الفاظ برے نہین معلوم ہوتے لیکن ایک مجموعہ اور دیوان کی صورت مین وہ حد احتراز تک پہنچ جاتے ہین، تاہم ان چند الفاظ سے قطع نظر کرکے اگر اس دیوان کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مصنف نے شعرائے لکھنؤ کے سیکڑون ہزارون مبتذل الفاظ اور خیالات سے اپنے کلام کو اسقدر بلند کیا ہے کہ غزل کی زمین آسمان بن گئی ہے۔

# ادبیات

## سخن حبیب

از جناب مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی صدر الصدور دولت آصفیہ حیدرآباد دکن

کافرِ عشقم مسلمانی مرا در کار نیست
(امیر خسرو)

لالۂ ہمرنگ تو در دامنِ گلزار نیست ۔۔۔ بوے شکین زلف تو در طبلۂ عطار نیست

شور وحشت شد سر ہا نیست پای در طلب ۔۔۔ رسم جانبازی ز پا آمد سرے بردار نیست

طبع نازک دنیا ز قید رسم افتادہ ست ۔۔۔ رشتۂ الفت چو دارم حاجتِ زنار نیست

غنچہ را شکلِ دہن شد، شیوۂ گفتار کو؟ ۔۔۔ سرو را قدِ سہی شد جلوۂ، رفتار نیست

نیست دولت در جہان جز وصلِ یار سیم تن ۔۔۔ نقدِ عیشے در زمان جز دولتِ دیدار نیست

کیف چشم مست تو در بادۂ گلرنگ کو؟ ۔۔۔ ذوق جامِ لعل تو در ساغر سرشار نیست

در بہاران سیر گلشن غنچۂ دل وا نکرد ۔۔۔ چون بہارِ گلشنم آن غیرتِ گلزار نیست

نیست کارے با طبیبِ شہر رنجورِ ترا ۔۔۔ کشتۂ مسکین مبتلاے دردِ دل بیمار نیست

دیدۂ کز عشقِ جانان می نیارد سیل اشک ۔۔۔ درخورِ جنات عدنٍ تحتہا الانہار نیست

از بنِ ہر موے حسرت نالہا سر می زند
نغمہاے دلکشا در بندِ چوب و تار نیست



## سپاسِ یزدان

از مولوی محمد احسن اللہ ثاقب (سابق مدیر قند پارسی) پروفیسر فارسی و عربی وکٹوریا کالج گوالیار

سپاسے کہ شایان یزدان بود ۔۔۔ نہ درخورد نیروے انسان بود

خداوندِ گیتی خداوند جان ۔۔۔ بفرمانش دوزخ با مرش جنان

جہان داد را مر خدائی تراست ۔۔۔ ہمہ بندگانیم شاہی تراست

گہرہاے رخشان بجیحون دہی ۔۔۔ فروزان شقائق بہامون دہی

دمِ عطرسا از تو یابد صبا، ۔۔۔ مہِ چاردہ از تو جوید ضیا

تو افراختی چرخ گرندہ را ۔۔۔ کہ حیران کند مرد بینندہ را

شبش از ستارہ منور کنی ۔۔۔ کہ یابد زمین ہم ازان روشنی

زمین رشکِ مینو کنی در بہار ۔۔۔ ز ہر گونہ گل بر دمد بے شمار

ہوا قطرہ افشان و گل ہر طرف ۔۔۔ دہد آدمی زاد دل را ز کف

گروہے فرستی ز نوشین لبان ۔۔۔ کہ ہر عشوۂ شان بود دلستان

بقد سرو نازد، بخد آفتاب ۔۔۔ دلِ سینہ ریشان ازانہا تباب

بابرو کمان و بگیسو کمند ۔۔۔ کہ آرند یک شہر جان را بہ بند

ز چشمانِ شہلا کہ گیرد حساب ۔۔۔ کہ مستند و کردند عالم خراب

تبسم، نگو راہِ دل می زند ۔۔۔ کہ آتش بجان متصل می زند

گروہے فرستی ز فرماندہان ۔۔۔ کہ از سطوت شان بلرزد جہان

ہمہ داد پرور ہمہ عدل کوش ۔۔۔ ہمہ کوہ حلم و ہمہ بحرِ ہوش

زعاصی بہر لحظہ پوزش پذیر
بشکوہِ الکاظمین مستنیر

کرا طاقتِ آن ستاید ترا
ندانم پسند انچہ آید ترا

مگر سجدہ آرم بدرگاہِ تو
فنا سازم این جسم در راہِ تو

کہ چون تشنہ میرم شرابم دہی
بروحانیان قطرہ آبم دہی

تبہ کاری من بدان حد رسید
کہ چشم گہے روے نیکی ندید

نہ سوزے نہ دردے یکے مردہ دل
دماغے پریشان قوی منفعل

تو دانی ازین ہا چہ راحت رسد
کہ نخلے کہ افتادکے بر دہد

فغان از زمانے کہ آیم بتو
سیہ نامہ خود نمایم بتو

زنا کردہا سرافگندہ پیش
بشمشیر حسرت دل و سینہ ریش

ندامت مگر یاری من کند
ز دیوان غفران نویدے رسد

تو گفتی کہ رحمت فزون از غضب
قد سبقت رحمتی علی غضبی.
ہمین ست واین ست واین کار رب

خدایا ز رحمت نصیبے بدہ
بدشمن دگر و زرِ خسران منہ

## غزل

مرزا ثاقب قزلباش لکھنوی

زیر مزار جاکر در تا فلک سے کیا ہین
یون مٹکے رہ گیا ہون جیسے کبھی نہ تہا مین

صیاد نے چھڑایا مجھسے وہ آشیانہ
اک عمر جسکی خاطر تنکے چُنا کیا ہین

کُھل جائیگی حقیقت اِس عاریت سرا کی
جس دن اُتار دونگا یہ جامۂ فنا مین

اظہار حسرت و غم اب کیون مری لحد پر
گر آج مین نہین ہون لیکن کبھی تو تہا مین

کچھ بوتا تو کھلتے کا ہیکو رازِ عالم
شمع خموش بنکر بکی سُنا کیا ہین



دنیا کے اہل عبرت پڑھ لینگے یہ کتابت
مٹی پہ چھوڑتا ہون اک نقش بوریا مین

دل لے سکا نہ کروٹ تیر انتظارہ کرکے
بزم جہان مین دیکھون کسکو ترے سوا مین

ہجران نصیب دل کو وصلت کا ہوش کب تہا
کہتا ہی مجھسے کوئی تیرے قریب تہا مین

ثاقب غزل نہین تھی یہ ماجرائے دل تہا
جو کچھ تہا رازِ الفت باتون مین کہہ گیا مین

---

## کلامِ فانی

جناب شوکت علی صاحب فانی بی۔ اے ال ال بی بدایون

ہم اپنے جی سے گذرے یون سحر کی
شب غم بڑھ چلی تھی مختصر کی

تمہین کس دل سے اپنی جان کہئے
وفا اُس نے تو کی اور عمر بھر کی

انہین بیچین کرنا چاہتا ہے
قضا آئی ہے کیا دردِ جگر کی

کشش کیسی کہان کا جذبۂ دل
وہ آے ہین بن آئی ہے اثر کی

ہم اکثر جاکے ویرانہ سے پلٹے
ہمارے گھر سے ویرانی نہ سر کی

مرا قتل انکے ہاتھون یہ تو باتین
کچھ اُنکے منھ کی ہین کچھ نامہ بر کی

تمہارے عشق کا اللہ رے فیض
جگر مین دہوم ہے دردِ جگر کی

نگاہِ شوق کے دم تک تھی آنکھین
اب آنکھین یادگارین ہین نظر کی

اُٹھا ہاتھ اے تصور فاتحہ کو
یہ دل کی ہے وہ تربت ہی جگر کی

شب فرقت کٹی یا عمرِ فانی
اجل کے ساتھ آمد ہے سحر کی

# مطبوعاتِ جدیدہ

## قدیم وجدید معاصرین

اردو سلسلۂ صحافت مین چند نئے رسائل واخبارات خاص طور پر قابل ذکر ہین، اُن مین سے کچھ تو پرانے رسائل ہین جو نئے دم خم سے میدان مین آئے ہین، اور کچھ نئے جو ہمارے حلقۂ معاصرت کی خوشنما کڑیان ہین،

**صبح امید**، اسکا ذکر پہلے بھی ہم کر چکے ہین، اُسوقت ہم نے جو امید باندہی تھی، الحمدللہ کہ پوری ہورہی ہے، اسکا مقصد اردو مین معتدل، سیاسی، معاشرتی اور ادبی ذخیرہ پیدا کرنا ہے، چند پچھلے پرچون مین اُس نے قابل قدر مضامین شایع کئے ہین، اسکے سیاسی خیالات وتعلیمات استوار ومعتدل ہین، غوغاے عام کی پیروی اسکا مسلک نہین، یہ صرف حقیقت پر نظر رکھتا ہے، سیاست کی تلخی کے ساتھ ادبی لطائف کی شیرینی کو بھی اس نے ملا دیا ہے، رفتار قوم کے نیچے جو شذرات لکھے جاتے ہین اُنکا فقرہ فقرہ ادب وانشا کی چاشنی مین ڈوبا ہوتا ہے، آخر مین بہار سخن کے عنوان کے تحت مین قدیم شعراے اُردو کے کلام کا انتخاب ہوتا ہے، اس انتخاب مین غالب کو لینا اسلئے بیکار ہے کہ انکا دیوان تو خود منتخب اور مختصر ہے، ضخیم دیوانون کے مالک شعرا کا جائزہ لینا البتہ مناسب ہے، لکھائی چھپائی بہت صاف اور عمدہ ہے، قیمت سالانہ للعہ (۴) پتہ: دفتر صبح امید، امین الدولہ پارک لکھنؤ،

**قوم**، جناب عباس حسین قاری علیگ کی ایڈیٹری مین دلّی سے ہفتہ وار شایع ہوتا ہے، ادب معاشرت، تمدن، تاریخ، سیاست ہر قسم کے مضامین کی سرخیان ہوتی ہین، لیکن زیادہ تر مباحث ملکی و سیاسی ہوتے ہین، ہمدرد کے سوا دلّی سے کوئی نامور اخبار نہین نکلا، عموماً جو اخبارات نکلے، انکی حیثیت محض مقامی رہی، قوم پہلا اخبار ہے جس نے ہمدرد کے فراموش شدہ عہد کو زندہ کیا ہے، خیالات پرجوش



اور تحریر پسندیدہ، ترتیب موزون، مواد وافر، لکھائی چھپائی صاف، کاغذ بھی اچھا، قیمت سالانہ سے (۳)

پتہ: دفتر اخبار قوم، دہلی،

**اعجاز القرآن**، امرتسر سے شایع ہوا ہے، اسکا مقصد محض دینی خدمت اور تعلیمات قرآنی کی تبلیغ واشاعت ہے، ابھی پہلا پرچہ شایع ہوا ہے، جسمین کوئی خاص قابل ذکر مضمون نہین، اس لئے مضامین کی نسبت ابھی کوئی راے نہین ظاہر کیجا سکتی، لکھائی، چھپائی، کاغذ ہر چیز محتاج توجہ واصلاح ہے، قیمت سالانہ عا، دفتر اعجاز القرآن، حکیم روڈ، امرتسر، (پنجاب)

**اُسوۂ حسنہ**، یہ رسالہ کسی جدید تعارف کا محتاج نہین، چھ مہینے کی مجبورانہ تعطیل کے بعد اب پھر نکلا ہے، اسکی گذشتہ خدمات اسلامی حلقون مین فراموش نہ کی گئی ہونگی، اس رسالہ مین عموماً اخلاقی اور اصلاحی مضامین شایع ہوتے ہین، جس خوش اسلوبی کے ساتھ یہ اپنے فرائض ادا کرتا رہا ہے یقین ہے کہ اس جدید دور مین بھی وہ اُن سے قاصر نہ رہیگا، اسکا حصۂ نقد، عیوب مراعات سے ہمیشہ پاک رہا ہے، واقعات حاضرہ کے متعلق اسکی راے ہمیشہ بے لاگ رہی ہے، پہلے میرٹھ سے شایع ہوتا تھا اب دہلی (بازار مچھلی والان) سے شایع ہوتا ہے، قیمت قسم اول سے (۳)، قیمت قسم دوم عہ،

**زمانہ کانپور**، یہ رسالہ بھی اپنی گذشتہ شاندار خدمات کے لحاظ سے محتاج تعارف نہین، ایک زمانہ مین اردو کے ادبی رسائل مین اسکا شمار سب سے اول تھا، اسکے بعد بعض حالات کی وجہ سے کسیقدر اپنے رتبہ سے گر گیا تھا، مگر اس جدید دور مین یہ بوڑھا پہلوان بھی نئے تیور کے ساتھ میدان مین اُترا ہے امید ہے کہ اگر منشی دیا نرائن صاحب نگم کی توجہ آزاد نے سلب نہ کر لی تو رسالہ اپنی پہلی شان دوبارہ حاصل کریگا، ادہر جو پرچے نکلے ہین اُن مین اُردو نظم ونثر کا عمدہ لٹریچر فراہم کیا گیا ہے، اسکے افسانہ کا حصہ ہمیشہ پسندیدہ رہا ہے، بعض اقتصادی مضامین بھی اس نے قابل قدر شایع کئے ہین، رفتار زمانہ کے تحت مین جن سیاسی خیالات کا اظہار ہوتا ہے، شاید قوم پرست اُنکو پسند نہ کرین، لکھائی چھپائی

کاغذ عمدہ ہوتا ہے، ہر مہینہ مین متعدد تصویرین بھی ہوتی ہین، قیمت سالانہ للعہ (۴) دفتر زمانہ کانپور،

**النظامیہ**، فرنگی محل لکھنؤ کا علمی اور مذہبی رسالہ ہے جو کئی برس سے کامیابی کے ساتھ نکل رہا ہے، کبھی کبھی اسمین عمدہ مضامین نکلا کرتے ہین، علماے فرنگی محل کے خیالات اور مجتہدات علمی کو دیکھنا ہو تو اس رسالہ کو منگوائیے، قیمت عہ؎ پتہ: فرنگی محل لکھنؤ،

**محقق**، دلی کے متعدد جدید رسائل مین ایک نیا رسالہ یہ نکلا ہے جسکا دعوی ہے کہ وہ مذہب کو عقل ونظر کی میزان سے تولیگا، پہلا پرچہ ہمارے پاس پہنچا ہے، ع سالے کہ نکوست از بہارش پیداست کیا آجکل دلی مین برسات کا موسم ہے،

**الواعظ**، حیدرآباد دکن سے ایک نیا ماہوار مذہبی رسالہ نکلا ہے، مضامین نظم ونثر پسندیدہ ہوتے ہین، قیمت ہہ؎ پتہ: دفتر واعظ، شاہ علی بنڈہ حیدرآباد،

**مخزن**، لاہور کا یہ پرانا ادبی رسالہ جو تقریباً ۱۸ برس سے نکل رہا ہے، ہمارے اکثر ادبی رسالون کا پدر اول ہے، یہ امر اُسکے اولیات مین شمار ہوگا کہ جدید تعلیم یافتہ فرقہ کو اسی نے سب سے پہلے ادہر متوجہ کیا، اسوقت اُردو کے اکابر اہل قلم مثلاً ڈاکٹر اقبال، بیرنیرنگ، مولوی حسرت موہانی انکا جوہر تحریر اسی کے ذریعہ منظر عام پر نمایان ہوا،

شیخ عبدالقادر بی۔اے جب سے عملاً اس رسالہ سے علٰحدہ ہوگئے، وہ اپنا قدیم وقار قائم نہ رکھ سکا تاہم اُسکی سخت جانی کی داد دینی پڑیگی کہ اُس نے اس نا اتفاقی کے باوجود اپنی زندگی کو اس مدت دراز تک قائم رکھا، مولوی تاجور نجیب آبادی کچھ عرصہ سے اُسکے ایڈیٹر ہین، اور ہم نہایت خوشی کے ساتھ دیکھ رہے ہین کہ وہ مخزن کی نشاۃ ثانیہ مین کامیاب کوشش کر رہے ہین، اور اب مخزن کا نام دوبارہ زبانون پر آرہا ہے، اگر مضامین کے انتخاب مین ذرا اور احتیاط برتی جاے تو اُسکی سطح کی بلندی مین کوئی شک وشبہہ نہ رہے، قیمت للعہ پتہ: دفتر مخزن لاہور،

| مجلد سوم | ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء مطابق رجب سنہ ۱۳۳۷ھ | عدد دہم |
| --- | --- | --- |

# مضامین



تصحیح۔ نمبر ۹ مین "سخن حبیب" کے دو مصرعون مین حسب ذیل تصحیح فرمائین،

۱- طبع نازک سب بے نیاز از قید رسم افتادہ است،

۲- آٹھوین شعر کے مصرع ثانی مین "درِ دل" کی بجاے دردِ دل چاہیئے۔

ایڈیٹر